بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیم وتربیت کا جامع منہج

تصدیق کردہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مرتب

محمد فرمان ندوی

(استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

شعبۂ تعمیر وترقی

ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ، الہند

حقوق طبع بحق ناشر محفوظ

۱۴۴۲ھ مطابق ۲۰۲۱ء

ملنے کا پتہ

شعبۂ تعمیر وترقی

ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ، الہند

فہرست

عرض مرتب ۵

علم انسان کے لئے اللہ کا عظیم ترین عطیہ ہے ۶
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء: تاریخ اور راہ عمل
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

عہد اول اور اس کا نظام تعلیم ۱۰
قدیم صالح اور جدید نافع کی جامعیت ۱۱
نظام تعلیم کے بنیادی عناصر ۱۱
ندوۃ العلماء کی پہلی نسل ۱۲
ندوۃ العلماء کی دوسری نسل ۱۳
ندوۃ العلماء کی تیسری نسل ۱۳
فضلائے ندوۃ العلماء اور عہد جدید کے تقاضے ۱۴
عہد جدید میں ندوۃ العلماء کی فکری شخصیت ۱۶
باکمال افراد کی تیاری کی کوشش ۱۷
ندوۃ العلماء کی فکرو منہج اور مسلک ودعوت ۱۸

ندوۃ العلماء:
دعوت فکرو عمل کی عصری و تحقیقی جہات

عالم اسلام پر ندوۃ العلماء کے اثرات ۲۰
اندرون ملک ملحقہ مدارس ندوۃ العلماء ۲۰
عالمیت کے اعلی سطحی ملحقہ مدراس ندوۃ العلماء ۲۱
چند تحقیقی وعصری تعلیمی ادارے ۲۲

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۲۳
فرقانیہ اکیڈمی بنگلور ۲۳
مرکز الامام أبی الحسن الندوی رائے بریلی ۲۴
مرکز الشیخ أبی الحسن اعظم گڑھ ۲۴
ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی بھٹکل ۲۵
دارارقم ایجوکیشنل سوسائٹی ٹمکور ۲۵
ایچ ،یم حسین ٹرسٹ حیدرآباد ۲۵
پیام انسانیت اور ندوۃ العلماء ۲۶

ندوۃ العلماء
چند عظیم، دعوتی، ادبی اور تعلیمی اجتماعات

جشن تعلیمی ۳۰
ادبیات اسلامی سیمینار ۳۷
دعوت اسلامی کانفرنس ۴۵
پیغام ندوۃ العلماء کی ترسیل کے ابلاغی ذرائع ۴۸

عہد اخیر میں فضلاء ندوۃ العلماء کی اہم تصنیفات وتحقیقات

قرآن وعلوم قرآن ۵۰
حدیث وعلوم حدیث ۵۱
فقہ واصول فقہ ۵۲
سیرت وسوانح ۵۴
تاریخ ۵۶
عربی واردو زبان وادب ۵۷
حالات حاضرہ ۶۱
اختتامیہ ۶۱
ایک گرانقدر مکتوب بنام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ۶۲

بسم الله الرحمن الرحيم

عرضِ مرتب

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ، أما بعد :

پیش نظر رسالہ دراصل ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی مجلس انتظامی ندوۃ العلماء منعقدہ ۲۳/رجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۳۱/مارچ ۲۰۱۹ء میں پیش کی گئی سالانہ رپورٹ پر مشتمل ہے، جس کو پیچ، ایم حسین ٹرسٹ حیدرآباد نے ۲۰۱۹ء میں (راہِ عمل) کے نام سے ندوۃ العلماء کی تحسین وتعارف کے طور پر ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کیا تھا، تاکہ امت کے افراد کو معلوم ہو سکے کہ ہر زمانہ میں دین کی اشاعت کے سلسلہ میں کوششیں حسب ضرورت کی جاتی رہی ہیں، اور اب بھی بحمد اللہ ایسی کوششیں اپنی اپنی حد تک جاری ہیں، جن سے وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔

یوں تو ندوۃ العلماء کی یہ رپورٹ سال گذشتہ کی ہے، اور بڑی حد تک کافی ہے، لیکن مزید وضاحت کے لئے ندوۃ العلماء کی متنوع کارگذاریوں اور سرگرمیوں، خاص طور سے ماضی قریب کی علمی، تصنیفی اور تحقیقی کاوشوں کا مختصراً اضافہ کرنا مناسب معلوم ہوا۔

امید ہے کہ یہ رسالہ ندوۃ العلماء کی کاوشوں اور خدمات کو سمجھنے میں معاون ہوگا۔

راقم الحروف
محمد فرمان ندوی
استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۶/شعبان ۱۴۴۲ھ
۱۰/اپریل ۲۰۲۱ء

علم انسان کے لئے اللہ کا عظیم ترین عطیہ ہے

البتہ حکم الٰہی ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے استعمال کیا جائے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

علم کو قرآنی حکم کے ذریعہ عظیم عطیہ بتایا گیا ہے، اور انسان کو زمینی مخلوقات میں سب سے اونچا مرتبہ دیا گیا، جیسا کہ اس کے سامنے دوسری مخلوقات کو جھکنے کے حکم سے ظاہر ہے، اس طرح علم کو اسلام کی اہم صفت قرار دیا گیا ہے، جو قرآن مجید میں ’’ اقرأ باسم ربك الذی خلق ‘‘اور’’علم الانسان ما لم يعلم ‘‘ کی ہدایات سے واضح ہوتا ہے، البتہ علم کے حصول میں باسم ربک کہ اپنے رب کے نام سے پڑھو، کا حکم دیا گیا ہے، اس طرح کائنات کے خالق اور واحد سے علم کو جوڑا گیا ہے، جو ساری کائنات کا مالک ہے اور اس نے ساری مخلوقات کو خصوصیات اور صلاحیتیں عطا کی ہیں، اور یہ "باسم ربك الذی خلق اور خلق الانسان من علق (جس نے انسان کو ایک گندے چھوٹے ٹکڑے سے بنایا)" سے واضح ہے، اس اعلیٰ سطح کی مخلوق کو اس اعلیٰ عطیہ عطا کرنے کے بعد یہ بتا دیا گیا کہ اس اعلیٰ صفت کے ملنے پر تکبر نہ ہو، اور ضروری سمجھو کہ تم علم کو اپنے رب کے نام سے جوڑو، لیکن یہ بھی بتایا ہے کہ انسان علم کا اعلیٰ مقام ملنے سے اپنے کو کامل اور ہر طرح سمجھدار نہ سمجھے، اور نہ یہ سمجھے کہ وہ بہت بڑا ہے، وہ اصل میں ’’ خلق الانسان من علق ‘‘ کی صفت رکھتا ہے، وہ گندے اور چھوٹے سے لوتھڑے سے پیدا کیا گیا ہے،، جس کی اصل میں نہ کسی طرح کی صلاحیت تھی اور نہ صفائی وستھرائی تھی، اسے جو کچھ ملا، اس کو اپنے رب کے خصوصی

عطیہ سے ملا، اور ایسی عظیم صفت سے نوازا گیا، اللہ تعالی نے فرمایا: علم الانسان ما لم یعلم یعنی انسان کو وہ تمام باتیں بتادی، جو وہ نہیں جانتا۔

اور بات بھی یہ ہے کہ علم اس دنیا کے اندر کا ہو یا دنیا سے باہر کا، بے حد و بے حساب ہے، اگر وہ خالق کائنات ہم کو نہ دیتا تو ہم اس کے معمولی جزء سے بھی واقف نہ ہوتے، اور اللہ نے اس علم کو جاری رہنے اور باقی رکھنے کا ذریعہ بھی ہم کو دیا یعنی قلم کا ذریعہ، فرمایا: علم بالقلم یعنی علم کو باقی اور محفوظ رکھنے کا ذریعہ بنایا، اور اللہ تعالی نے انسان کے ساتھ علم کے اس صفت کے ہونے کو اس کو ساری مخلوقات پر فوقیت ظاہر فرمادی کہ اپنی ساری مخلوقات سے کہا: انسان کے سامنے جھکو، اور ادب کرو، اور سب سے اعلی مخلوق فرشتوں سے پوچھا کہ تم یہ سب جانتے ہو؟ فرشتوں نے کہا کہ ہمیں تو صرف اتنا معلوم ہے جتنا آپ نے ہمیں بتا دیا، اللہ نے انسان اول سے کہا کہ ان کو سناؤ جو تم جانتے ہو۔

انسانوں نے اس طریقہ سے بڑا علم حاصل کیا، وہ علم اللہ کا بتایا ہوا تھا، علم معلومات کو کہتے ہیں، اور معلومات ذریعہ بنتے ہیں اچھے یا برے مقصد کے حصول کا، اس لئے اللہ نے انسان کو غلط علم سے بچانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ جوڑنے کا حکم دیا اور فرمایا: باسم ربك الذی خلق (اپنے رب کے نام سے جس نے تم کو پیدا کیا)، یعنی علم کو اللہ کے نام سے جوڑو کہ علم اس کا ایک عظیم عطیہ ہے، لیکن انسان نے اپنے دشمن شیطان کے بہکانے سے اپنے رب کی نافرمانی اور سزا کا مستحق ہوا، اور آئندہ کی جانچ کے لئے زمین پر اتارا گیا، اور وہاں کا علم حاصل کرنا انسان کے لئے ضروری قرار دیا گیا، اور آسمان سے بھی علم اتارا جاتا رہا۔

آسمان سے اترنے والی شروع کی وحی میں رب العالمین کی طرف سے جو علم وحی کے ذریعہ انسان کو دیا گیا یعنی قرآن سے پہلے کی کتابیں، ان میں انسان نے تصرف کیا، اور اپنے حسب منشا بدلا، اور جب یہ آخری اسلامی امت

جس کو مکمل اور آخری امت قرار دیتے ہوئے اللہ تعالی نے پیدا کیا، تو اس کو ایسی امت بنایا کہ وہ ردوبدل نہ کرے جو پچھلی امتوں نے کیا تھا، لہذا آخری خداوندی کتاب قرآن مجید کو عملی طور پر محفوظ کردیا، اور قیامت تک اس کو قابل استفادہ کردیا، اس کے لئے ضرورت اس بات کی بھی تھی کہ وہ شروع میں سابقہ کتابوں سے وہ ناواقف رہیں، جس کی نقل میں وہ ردوبدل نہ سیکھیں، چنانچہ ان کو امی بنایا، لکھنے پڑھنے سے خالی امت، اور آخری نبی کو امی بنایا، تاکہ جو وحی سے بتایا جائے دین کے معاملہ میں وہی ان کے سامنے ہو اور کوئی بگاڑ نہ ہو سکے۔

اللہ تعالی نے علم کو انسان کی اعلی خصوصیت بنایا، تاکہ اپنے کاموں میں اس سے کام لے، اور حکم دیا کہ اس کی خوبیوں سے فائدہ اٹھائے اور برے کاموں میں اس کام نہ لے، اور یہ حقیقت سورۂ اقرأ سے پوری طرح ظاہر ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اچھا علم اچھے کام کا ذریعہ ہے، اور برے علم کا استعمال قابل سزا ہوگا، اس لئے علم سے انسان فائدہ اٹھائے، مگر صحیح اور مناسب انداز میں اور احتیاط کے ساتھ، چنانچہ اس اجازت کے بعد اس امت نے اس پر توجہ دی، اور دو تین صدیوں کے اندر وہ دنیا کی تعلیم یافتہ امت بن گئی، بعد میں ان میں بھی احتیاط و بے احتیاطی دونوں طرح کی خصوصیتیں آنے لگیں، لیکن قابل اصلاح رخ بھی جاری رہا، اور لوگ سے اچھے علم اور برے علم دونوں الگ الگ لائنوں میں چلے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِقرَأ باسمِ ربّك الذی خَلَقَ ، خَلَقَ الانسَانَ مِن عَلَق ، اقرَأ وربُّك الأكرمُ ، الذی عَلَّمَ بِالقَلَمِ ، عَلَّمَ الانسَانَ مَالَم يَعلَم، كَلَّا ، اِنَّ الاِنسَانَ لَيَطغَى ، أن رَآهُ استَغنَى ، اِنَّ اِلَى رَبّكَ الرُّجعَى ، أرأيتَ الَّذِى يَنهَى عَبداً اِذَا صَلَّى ، أرَأيتَ اِن كَانَ عَلَى الهُدَى أو أمَرَ بِالتَقوَى ، أرَأيتَ اِن كَذَّبَ وَتَولَّى ، ألَم يَعلَم

بِأَنَّ اللّٰهَ يَرَى ، كَلَّا لَئِن لَم يَنتَهِ لَنَسفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ، نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ، فَلْيَدعُ نَادِيَه ، سَنَدعُ الزَّبَانِيَةَ ، كَلَّا لَا تُطِعهُ ، وَاسجُد وَاقتَرِب (العلق : ۱۔ ۱۹)

(ترجمہ: آپ پڑھئے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے سب کو پیدا کیا، جس نے انسان کو پیدا کیا خون کے لوتھڑے سے، آپ قرآن پڑھا کیجئے، اور آپ کا پروردگار بڑا ہی کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی، جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، ہاں انسان بے شک حد سے نکل جاتا ہے، اس بنا پر کہ وہ اپنے کو مستغنی سمجھنے لگتا ہے، بے شک تیری واپسی تیرے پروردگار کی طرف ہوگی، کیا تو نے اس شخص پر نظر کی جو روکتا ہے بندۂ خاص کو جب وہ نماز پڑھتا ہے، کیا تو نے یہ دیکھا کہ وہ بندہ اگر حق پر ہو، یا تقوی کی ہدایت کر رہا ہو، کیا تو نے یہ دیکھا کہ وہ دوسرا شخص اگر جھٹلا رہا ہو اور روگردانی کر رہا ہو، کیا اسے خبر نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے، ہاں ہاں اگر وہ باز نہ آیا، تو ہم یقیناً اس کی پیشانی کے بال پکڑ کو گھسیٹیں گے، پیشانی دروغ وخطا میں آلودہ، اچھا یہ اپنی مجلس والوں کو بلالے، ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلاتے ہیں، خبردار! آپ اس کا کہنا مانئے، اور نماز پڑھتے رہئے، اور قرب حاصل کرتے رہئے)

اللہ تعالی نے علم کو انسان کی ضرورت اور اہمیت ظاہر کرتے ہوئے اس کی باریکیوں کو حاصل کرنے کی ذمہ داری خود انسان پر رکھی اور اس سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت دی، لیکن برے مقصد سے منع بھی کیا، اور یہ کہ جو معلوم ہو وہ دوسروں کو بتائے، اسی سے تعلیم گاہوں کا وجود ہوا، اب یہ کام درسگاہوں کا ہے کہ وہ علم کو فروغ دیں، اور انسان کو اچھا بنانے پر پوری توجہ مرکوز کریں، قرآن مجید میں حضور ﷺ سے متعلق آیا ہے: وَيُعَلِّمُهُ الكِتَابَ وَالحِكمَةَ (وہ قرآن مجید کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھا طریقہ بتاتے ہیں) اور حدیث شریف میں بھی اس کی واضح ہدایات موجود ہیں، اور یہی ہدایات مدرسوں کے قیام کا ذریعہ بنی۔

ندوۃ العلماء

تاریخ، راہ عمل*

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين ، خاتم النبيين ، محمد وعلى آله وأصحابه و من تبعهم باحسان الى يوم الدين ، أما بعد :

عہد اول اور اس کا نظام تعلیم

حضرات اراکین مجلس انتظامی ندوۃ العلماء لکھنؤ!

ندوۃ العلماء کے قیام کو سوا سو سال سے زائد مدت ہو رہی ہے، جس وقت ندوۃ العلماء نے تعلیم کے موضوع پر اس وقت کے حالات اور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے قابل عمل تدابیر کو امت کی ترقی اور عزت کے تقاضوں کو اختیار کرنے کی دعوت دی تھی اس دور میں مسلمانوں کی تعلیم دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی: ایک خالص دنیاوی، دوسری خالص دینی۔ دونوں ضرورتیں اپنی اپنی جگہ صحیح تھیں، لیکن دونوں کی علیحدگی کی وجہ سے امت میں تفریق پیدا ہو گئی تھی اور اس تفریق کے اثر سے دونوں ایک دوسرے کے عمل کو غلط کاری پر محمول کرتے تھے، حالانکہ مسلمانوں کی ابتدائی چار صدیوں نے دونوں پہلوؤں کی تعلیم کو جمع کرتے ہوئے تعلیمی عمل

* پیش کردہ رپورٹ سالانہ نظامت، مجلس انتظامی ندوۃ العلماء، ۲۰۱۹ء

کے سلسلہ میں پوری دنیا میں اعلی مرتبہ حاصل کیا تھا اور اسلام میں قومی سطح پر دونوں پہلو ضرورت کے ہیں۔

قدیم صالح اور جدید نافع کی جامعیت:

ندوۃ العلماء نے جس نظام تعلیم کی دعوت دی اس کے سلسلہ میں چھ سال کی مدت تک تعلیم میں اس کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی، اس کے ذمہ داروں نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے دونوں پہلوؤں کو اختیار کرنے کی طرف توجہ دی اور ۱۸۹۸ء میں نمونہ کے طور پر تعلیم گاہ قائم کی، ندوۃ العلماء نے اس معاملہ میں جو توجہ دلائی وہ امت کی اجتماعیت اور وحدت کا اہم پہلو تھا۔ اس تعلیمی تحریک کو وقت کے جید علماء اور صحیح النظر مسلم رہنماؤں نے آپس کے مشورہ سے شروع کیا تھا، ان میں پیش پیش مولانا محمد علی مونگیریؒ اور مولانا شبلی نعمانیؒ اور دیگر اصحابِ نظر حضرات تھے جن میں مولانا عبدالحی حسنیؒ بھی ہیں، تعلیم گاہ قائم ہونے کے بعد ان کے شاگردوں نے اس کو اٹھایا اور بڑھایا۔

تعلیم کی جو تجویز ندوۃ العلماء نے اختیار کی، اس میں ابتدائی اور متوسط تعلیم کو دینی اور دنیاوی دونوں کے ضروری مضامین کی مشترکہ تعلیم تھی دینی و دنیاوی، ایک کی مقدار کم اور دوسرے کی زیادہ رکھی، تاکہ زندگی کی ضرورت کے تحت اختصاص و مہارت کو کسی ایک میں ترجیح مل سکے اور متوسط سے اوپر ان کے لیے دینی علوم میں کمال حاصل کرنے کا انتظام ہے، نیز انگریزی اور صحافت کا بھی انتظام ہے۔

نظام تعلیم کے بنیادی عناصر:

حضرات!

تعلیم کا نظام وہ عمل ہے جو تعلیم کے ساتھ تربیت کا عمل بھی رکھتا ہے، تعلیم کا

عمل دراصل تین پہلوؤں پر مشتمل ہوتا ہے: ایک مضامینِ نصاب، دوسرے طلبہ، تیسرے اساتذہ۔ تینوں کی الگ الگ خصوصیات ہیں جو اثر انداز ہوتی ہیں، دینی ضرورت کے مضامین میں ممتاز حاملین علوم دینی اپنا اثر ڈالتے ہیں، لیکن دنیاوی اثرات کے عام ہونے کی وجہ سے دینی مدارس سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کم ہوئی ہے، ملت کے فرزندان دنیاوی علم کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں، دینی تقاضوں کو ترجیح دینے کے لیے بہت کم تیار ہوتے ہیں، پھر ان کے اساتذہ جو دنیاوی ضرورت کے مضامین کے حامل ہونے کی وجہ سے ان کو اہمیت دیتے ہیں، وہ دنیاوی علوم کو زندگی کی اصل ضرورت سمجھتے ہیں، اس طرز فکر کا بھی طلبہ پر اثر پڑتا ہے، تیسرا پہلو مضامین کا ہے، مضامین کے انتخاب کی اہمیت بہت ہے، ایسی کتابوں کی کمی تھی جو دینی اور روحانی مزاج کی طرف مائل کریں۔

ندوۃ العلماء کی پہلی نسل :

ندوۃ العلماء کے لیے جتنا ممکن تھا اسی کے مطابق زیر عمل نسل کو تیار کرنے کی کوشش کی گئی اور اس کے اثر سے جو پہلی نسل تیار ہوئی اس میں لائق ذکر اور مطلوبہ صلاحیت کے لحاظ سے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء مولانا ضیاء الحسن علوی ندوی، مولانا عبد الباری ندویؒ، مولانا مسعود علی ندویؒ، مولانا عبد السلام ندویؒ اور مولانا ڈاکٹر سید عبد العلی حسنی (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام لیے جاسکتے ہیں۔ اس طرح اچھے افراد نکلتے رہے اور ندوۃ العلماء اپنے مطلوبہ مقصد کی طرف بتدریج گامزن رہا، جس کام کی ضرورت پیش نظر رہی اس کی طرف ندوۃ العلماء نے خصوصی توجہ دی اور اپنے سامنے پوری امت مسلمہ کو رکھا اور تعلیم کے اس جامع عمل کو وسیع دائرہ تک پہنچانے کی کوشش کی۔

ندوۃ العلماء کی دوسری نسل:

دوسرا دور مزید بیس پچیس سال زیادہ وسعت کے ساتھ سامنے آیا، جس میں مثال کے طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ اور ان کے ہمسر کارگزار اہل علم وفکر اور امت کی فکری اور علمی رہنمائی کا کام کرنے والے حضرات سامنے آئے، جس میں بطور خاص مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ (سابق ناظم دار المصنفین اعظم گڑھ) مولانا مسعود عالم ندویؒ، مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ (سابق امیر جماعت اسلامی ہند) مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ (سابق معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) مولانا محمد عمران خان ندوی ازہریؒ (سابق مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء) مولانا محمد اویس نگرامی ندویؒ (سابق شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء) مولانا محمد ناظم ندویؒ (سابق شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ، بھاولپور پاکستان) اور ان کے بعد ان کے تلامذہ میں مولانا معین اللہ ندویؒ (سابق نائب ناظم ندوۃ العلماء) مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ (سابق معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) مولانا ابوالعرفان خاں ندویؒ (سابق قائم مقام مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء) مولانا مجیب اللہ ندویؒ (بانی ناظم جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ) اور مولانا ڈاکٹر سید سلمان ندوی (ڈربن افریقہ) کے ممتاز نام ہیں۔

ندوۃ العلماء کی تیسری نسل:

ان کے پیچھے جو جماعت سامنے آئی اس میں مولانا سید محمد الحسنیؒ، مولانا اسحاق جلیس ندویؒ (سابق ایڈیٹر تعمیر حیات) مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ (سابق معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) اور مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی (رئیس التحریر البعث الاسلامی و مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء) اور مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی

(سابق پروفیسر العین یونیورسٹی ابوظہبی وحال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) اور انتظامی امور میں مولانا سید محمد طاہر حسینی منصور پوری کے نام زیادہ نمایاں ہیں، اس طرح ندوۃ العلماء کی فکر ومنصوبہ کا تعارف ہندوستان سے نکل کر پورے عالم اسلامی میں پہنچا اور تھوڑی مدت میں پورے عالم اسلامی میں ندوۃ العلماء کی اہمیت کو وسعت قلبی کے ساتھ تسلیم کیا گیا، دنیا کے مختلف خطوں میں یہاں کے فضلاء جو دعوتی اور تعلیمی کام انجام دے رہے ہیں ان میں ڈاکٹر عبد الوہاب زاہد حق حلبی ندوی (جنوبی کوریا)، ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خان ندوی (جاپان) ڈاکٹر مزمل حسین ندوی (امریکا) مولانا علی آدم ندوی (جنوبی افریقہ) مولانا سعید بنو ندوی (جنوبی افریقہ) ڈاکٹر محمد انس ندوی (آسٹریلیا) ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ لندن) مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی (جدہ سعودی عرب) خاص طور پر ممتاز ہیں۔

فضلائے ندوۃ العلماء اور عہد جدید کے تقاضے:

ندوۃ العلماء میں بنیادی علوم کی تعلیم کا بہتر نظام ہے، ماہر اساتذہ قرآن و حدیث وفقہ کی تعلیم اچھے انداز میں دے رہے ہیں، اور ابھی حال میں ماشاء اللہ کئی اساتذہ نے ایسی تحقیقی کتابیں لکھی ہیں، جو ندوۃ العلماء کے مقاصد کے عین مطابق ہیں، ندوۃ العلماء میں حسب توسع مختلف شعبے اور سطح کا لحاظ رکھا گیا، چنانچہ اس کے فاضلوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تعلیم گاہیں قائم کیں اور ملک وبیرون ملک میں اس کے ملحقہ مدارس قائم ہوئے جس کی تعداد: ۳۹۷/ ہے اور متعدد فاضلوں نے انگلش میڈیم اسلامی پرائمری اسکولوں کو ملک کے مختلف حصوں میں پھیلا دیا۔ خود دار العلوم میں عصری گریجویٹ کیے ہوئے فاضلوں کے لیے عربی اور علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے شعبہ ہے اور دینی تعلیم کے

قدیم مدرسوں کے فاضلوں کے لیے عربی زبان وادب میں قابلیت حاصل کرنے کا شعبہ ہے۔اس کے علاوہ بحث وتحقیق واشاعت کے غرض سے متعدد شائقین علم ندویوں نے اکیڈمیاں قائم کیں جو اچھا کام انجام دے رہی ہیں، ایک بڑا کام ندوۃ العلماء کی ویب سائٹ کا بھی ہے جو ہمارے ایک ندوی فاضل اسماعیل بھولا ندوی کی نگرانی میں بڑے اچھے انداز میں انجام پایا ہے۔

ہمارے دعوتی مزاج کے حامل دینی مدراس نے ملک میں بڑھتے ہوئے لادینی نظام تعلیم کے پھیلے ہوئے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف دینی مراجع پر مشتمل نظام تعلیم بنایا،اور محدود مالی وسائل کی کمی کی بنا پر صرف دینی علوم کے سرمایہ کو محفوظ اور باقی رکھنے کے لیے اپنے کو اس تک محدود رکھا،تا کہ خالص دینی عقائد ورجحانات کی پوری حفاظت ہو سکے،اور الحمد للہ یہ کام مفید ثابت ہوا، البتہ ندوہ نے ملک کے حالات کے پیش نظر دینی تعلیم کے ضروری مضامین کی حفاظت کے ساتھ اسلامی تاریخ،اجتماعی علوم،اور علوم عامہ جس کو سائنس میں شمار کیا جاتا ہے،کو بھی پیش نظر رکھا،اور ان کو خالص دینی نصاب تعلیم کے ساتھ بقدر ضرورت شامل کیا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ندوہ کے فارغین کی بات عصری دانشگاہوں میں بھی سنی گئی،اور ان کو اعلی تعلیم کے مواقع ملے،کئی ایسے ہمارے ندوی فضلاء ہیں،جنہوں نے ندوہ سے تعلیم حاصل کر کے بڑی عالمی یونیورسٹیوں میں بھی اپنا اچھا مقام بنایا،اور ترقی کی۔

ندوہ کے قائم کرنے والے علماء کی طرف سے قائم کردہ نصاب اور نظام تعلیم کی اپنے مطلوبہ زیر مقصد کے تحت کامیابی کی بات رہی کہ خالص اسلامی علوم کے ماہرین پیدا ہوئے،اور اسی کے ساتھ دوسرے ضروری اور اہم علوم کے واقف کار ہونے کے ساتھ عصری اور جدید ضرورتوں میں اپنی ایک شناخت بنائی۔

عہد جدید میں ندوۃ العلماء کی فکری شخصیت:

حضرات!

ضرورت ہے کہ ندوۃ العلماء کے فکر ومنہج تعلیم ودعوت اور اس کے فرزندان کی خدمات کو جتنا متعارف کرایا جاسکے کرایا جائے اور اس کی فکر کی جائے کہ ندوۃ العلماء کا جو منہج فکر ودعوت ہے اور جو مسلک اعتدال ہے، اس کو سمجھنے اور سمجھانے کی ضرورت ہے، جس سے امت میں اجتماعیت اور وحدت کی شکل پیدا کرنا زیادہ آسان ہو، ندوۃ العلماء نے مغربی سامراج کے فکر ونظریہ کا اور جدید چیلنجوں کا جو مقابلہ کیا اس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا کام سب سے نمایاں ہے، جس کی پوری عالم اسلام میں بڑی قدر وستائش ہوئی، اس میں ان کے خصوصی شریک کاران کے بھتیجے مولانا سید محمد الحسنی مرحوم اور بھانجے مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مرحوم رہے، جن کی صلاحیت کا اعتراف خود حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب ''مسلم ممالک میں اسلامیت او رمغربیت کی کشمکش'' میں کیا ہے۔

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندویؒ ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم تھے، جن کا دو مہینے قبل (۱۶/جنوری ۲۰۱۹ء) سانحہ وفات پیش آیا، یہ ندوۃ العلماء کے لیے ہی نہیں ملت اسلامیہ کا ایک بڑا نقصان ہے، وہ اپنی علمی، فکری، دعوتی، اور توجیہی صلاحیت رکھنے کے ساتھ دنیا کے حالات پر گہری نظر رکھتے تھے اور عالم اسلام کو درپیش چیلنجز سے بہت آگاہ تھے، اس لیے ان کی وفات کا خسارہ صرف ندوۃ العلماء کا یا میرا خاندانی اور ذاتی خسارہ نہیں، ملت اسلامیہ کا دعوتی وفکری خسارہ بھی ہے، وہ میرے لیے بہترین شریک کار اور مشیر بھی تھے، ان کی وفات سے

معتمد تعلیم کے عہدہ کی جو جگہ خالی ہوئی ہے، اس کے لیے مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کا نام پیش کیا گیا اور یہ تجویز ارکان مجلس انتظامی کی تائید سے سامنے آئی، وہ ایک ممتاز عالم دین، شہرت یافتہ مصنف، محقق اور محدث کے طور پر عالم اسلام میں معروف ہیں اور ندوۃ العلماء کے قدیم فرزند ہیں، بارک اللہ فی حیاتہ۔

باکمال افراد کی تیاری کی کوشش:

حضرات!

ضرورت ہے کہ ہم برابر ایسے باکمال افراد کی تیاری کی کوشش جاری رکھیں، جن سے عالمی سطح پر بھی رہنمائی کا کام انجام پاسکے اور وہ خطرات اور چیلنجز سے واقفیت حاصل کرتے ہوئے اس کے مقابلے کی صلاحیت پیدا کریں، ہمارے مدرسین کی ذمہ داریوں میں یہ بھی ہے کہ وہ فکری، ذہنی، عملی تربیت اور ذہن سازی کا کام بھی انجام دیں اور طلباء کو زیادہ سے زیادہ کارگر بنانے کی فکر کریں، تاکہ مردان کار کی تربیت کا جو عمل یہاں سے ہوتا رہا ہے، وہ جاری رہے اور صرف ہمارے فضلاء وفارغین کے سامنے مقامی مسائل ہی نہ رہیں، بلکہ امت مسلمہ کے افراد جہاں کہیں بھی ہیں، ان کے مسائل سے واقفیت اور ان کے حل کی صلاحیت پیدا ہو، اس طریقہ سے امت کو ایسے افراد حاصل ہوسکیں گے جو اس کی متنوع ضروریات اور عالمی سطح پر مسائل کو حل کرنے کا کام کرسکیں اور انسانیت کو جس رہنمائی کی ضرورت ہے وہ پوری کرسکیں، تعلیم کی اس جامعیت کو اس طرح برسرکار لانا چاہیے جس سے امت کی ضرورتیں پوری ہوں اور مغربی سربراہی اور سرپرستی کے نقصاندہ اثرات سے امت نکل سکے، اس میں ذریعہ تعلیم کی بڑی اہمیت ہے، اللہ تعالی اس کی طرف صحیح توجہ دلائے اور اس کے اچھے اثرات ظاہر فرمائے اور قبول فرمائے۔

ندوۃ العلماء نے جو منہج تعلیم وتربیت اختیار کیا، اس سے متنوع صلاحیتوں کے افراد تیار ہوئے، کچھ ایسی اعلی صلاحیتوں کے افراد تیار ہوئے جن کو مشاہیر علماء میں شمار کیا گیا، اور کچھ فارغین ندوۃ العلماء کے ملحقہ مدارس میں جن کی تعداد سیکڑوں ہے، درس و تدریس سے وابستہ ہوئے، اور ان کو اچھی دینی و تعلیمی مشغولیت مل گئی، اور کچھ اپنی عربی کی اچھی صلاحیت کی بنا پر خلیجی ممالک میں برسر روزگار ہو گئے، اور چوتھا طبقہ وہ ہے جس نے ندوۃ العلماء کے بعد عصر درسگاہوں میں اپنا تعلیمی نظام جاری رکھا، پھر ان کو وہیں ملازمت مل گئی، اور وہ اپنی معاشی ضروریات کے ساتھ جدید طبقہ میں کسی حد تک اسلام کے تعارف کو ذریعہ بنے۔

ندوۃ العلماء میں باصلاحیت کارکنان خواہ وہ اساتذہ یا دفاتر سے متعلق افراد ہوں ان کا ماہانہ معاوضہ ۱۴۔ ۱۵ / ہزار سے ۲۳۔ ۲۴ / ہزار روپئے کے درمیان ہے، اور وہ اس کی کوشش کے باوجود آمدنی کے مطابق ہے۔

ندوۃ العلماء کی فکر ومنہج اور مسلک ودعوت:

حضرات!

جہاں تک ندوۃ العلماء کی فکر ومنہج اور نظریات کا تعلق ہے تو دین وعقائد کے معاملہ میں اس کے مسلک کی بنیاد دین خالص پر ہے اور دین کے فہم اور اس کی تشریح وتعبیر میں اس کی بنیاد اسلام کے اولین وصاف وشفاف سرچشموں سے استفادہ اور اس کے اصل کی طرف رجوع اور سلف صالحین کے اعتماد پر ہے، اعمال واخلاق کے شعبہ میں احکام شرعیہ پر عمل، حقیقت دین اور روح دین سے زیادہ قربت، تقوی اور صلاح باطن پر ہے، تصور تاریخ میں یہ ہے کہ اسلام کے ظہور اور عروج کا دور اول سب سے بہتر اور قابل احترام دور ہے، اور وہ نسل جس نے آغوش نبوت اور درسگاہ رسالت میں تربیت پائی اور قرآن وایمان کے مدرسہ سے تیار ہو کر نکلی سب سے زیادہ مثالی اور قابل تقلید نسل ہے اور ہماری

سعادت ونجات اور فلاح وکامرانی اس بات پر منحصر ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اس سے استفادہ کریں اور اس کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں، ندوۃ العلماء کے پہلے معتمد تعلیم علامہ شبلی نعمانی کی یہ بات زریں حروف سے لکھے جانے کے لائق ہے کہ اہل دنیا کی ترقی اس میں ہے کہ وہ آگے دیکھتے جائیں اور بڑھتے جائیں او رہم مسلمانوں کی ترقی اس میں ہے کہ ہم پیچھے دیکھتے جائیں اور پیچھے ہٹتے جائیں، یہاں تک کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جاملیں۔

اخیر میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات پر ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں، جو انہوں نے ندوۃ العلماء کے تعلق سے ایک جگہ تحریر فرمائی ہے: ''عقائد واصول میں وہ جمہور اہل سنت کے مسلک کی پابندی اور سلف کے آراء وتحقیقات کے دائرہ میں محدود رہنا سمجھتا ہے، فروعی وفقہی مسائل کے بارے میں اس کا مسلک واصول یہ ہے کہ حتی الامکان اختلافی مسائل کو چھیڑنے اور ہر ایسے طرز عمل سے احتراز کیا جائے جس سے باہمی منافرت بڑھے، اور امت کا شیرازہ منتشر ہو، سلف صالحین سے حسن ظن رکھا جائے، اور ان کے لیے عذر تلاش کیا جائے، اسلام کی مصلحت اجتماعی کو ہر مصلحت پر ترجیح دی جائے، مختصراً یہ کہ وہ حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علمی وفکری اور کلامی وفقہی مدرسہ فکر سے زیادہ قریب اور ہم آہنگ ہے، اس لحاظ سے ندوۃ العلماء ایک محدود تعلیمی مرکز سے زیادہ ایک جامع اور کثیر المقاصد دبستان فکر او رمکتبہ خیال ہے'' (کاروان زندگی، حصہ اول، صفحہ ۱۴۱-۱۴۳)

ماشاء اللہ ندوۃ العلماء سابق ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی وفات کے بعد انھیں کے اختیار کردہ اصول پر کاربند ہے، اور ندوۃ العلماء سے وابستہ حضرات اسی مزاج ومسلک کے مطابق اس کی سرگرمیوں کو آگے بڑھا رہے ہیں، جو ایک زمانہ سے اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ندوۃ العلماء

دعوت فکر وعمل کی عصری وتحقیقی جہات

عالم اسلام میں ندوۃ العلماء کے اثرات:

ندوۃ العلماء کی فکر ومنہج عالم اسلام، بلکہ تقریبا پوری دنیائے انسانیت میں پھیل چکی ہے، اوراس کی اثر پذیری اور افادیت کا ہر سطح پر اعتراف کیا جارہا ہے، متعدد ممالک میں اس کے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کے اختیار کرنے کا سلسلہ ایک زمانہ سے جاری ہے، جس کو اس عہد اخیر میں مزید وسعت حاصل ہوئی ہے، بعض ممالک میں اس سے وابستہ مدارس ہیں، جو بلاکم وکاست ندوۃ العلماء کا نظام اپنے مدارس اور تعلیمی مراکز میں جاری کئے ہوئے ہیں، تھائی لینڈ، ملیشیا، انڈونیشیا، جاپان، اور بعض یورپین اور امریکی ممالک میں ندوۃ العلماء کے فضلاء اس کے نظام کے مطابق اپنا تعلیمی اور دعوتی واصلاحی نظام قائم کئے ہوئے ہیں، عالم عربی میں بھی ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم کی بعض کتابیں داخل نصاب ہیں، اور وہاں کے اہل علم نے بڑی وسعت قلبی سے اس کے نظام اور نصاب تعلیم کا اعتراف کیا ہے۔

اندرون ملک ملحقہ مدارس ندوۃ العلماء

اندرون ملک ہندوستان میں ندوۃ العلماء کے نظام کے مطابق قائم ملحق مدرسوں کی تعداد چارسو سے بھی متجاوز ہے، جہاں قدیم صالح اور جدید نافع پر مبنی نظام تعلیم جاری ہے، کچھ مدرسے ابتدائی اور ثانوی درجات والے ہیں، تو کچھ عالیہ کے اولین درجات کی تعلیم دیتے ہیں، اور کچھ عالمیت کی مکمل تعلیم کا اہتمام کرتے ہیں، سال کے اخیر میں طلباء دارالعلوم آکر سالانہ امتحان میں شرکت کرتے

ہیں اور کامیابی کی صورت میں سند فراغت حاصل کرتے ہیں، پھر یا تو فضیلت اور تخصص کی تعلیم حاصل کرتے ہیں یا دین کی خدمت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

عالمیت کے اعلی سطحی ملحقہ مدارس ندوۃ العلماء:

جن ملحقہ مدارس میں ندوۃ العلماء کے نصاب تعلیم کے مطابق عالمیت کی سطح کی تعلیم ہوتی ہے، ان میں چند کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ جامعہ اسلامیہ مظفر پور اعظم گڑھ، اس کے بانی وسرپرست جناب مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری (حال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) ہیں، اس کا قیام ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں ہوا، اس مدرسہ میں از اول تا آخر ندوۃ العلماء کا نصاب ونظام تعلیم جاری ہے۔

۲۔ دارالعلوم تاج المساجد بھوپال۔ اس کے موجودہ امیر مولانا ڈاکٹر محمد حسان خان ہیں، یہاں حضرت مولانا محمد عمران خان ندویؒ کے عہد سے ندوۃ العلماء کا مکمل نظام جاری ہے، اور عالمیت کی سطح کی تعلیم ہوتی ہے، اور ہر سال طلباء دارالعلوم ندوۃ العلماء امتحان کے لئے آتے ہیں۔

۳۔ مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد۔ یہ ندوۃ العلماء کا قدیم ملحقہ مدرسہ ہے، اس کے نمایاں ذمہ داروں میں جناب مولانا ریاض الدین فاروقی ندویؒ رہے، اس مدرسہ میں ندوۃ العلماء کا مکمل نصاب جاری ہے، اور اس کے ماتحت کئی ملحقہ مدارس ہیں، جہاں طلباء ندوۃ العلماء کا نصاب تعلیم پڑھتے ہیں۔

۴۔ جامعہ اسلامیہ بھٹکل کرناٹک، ندوۃ العلماء کا ایک اہم ترین ملحقہ مدرسہ ہے، یہ اگست ۱۹۶۲ء میں قائم کیا گیا، اس کے بانیان میں الحاج محی الدین منیری (سابق رکن مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء) ڈاکٹر علی ملپا، جناب سعد

جفری، جناب ڈی اے اسماعیل، جناب ڈی اے ابوبکر صاحبان رہے، اس ادارہ میں ندوی فضلاء کی بڑی تعداد ہے، عالمیت کی تعلیم حاصل کر کے طلباء دار العلوم کے نظام کے مطابق سالانہ امتحان دیتے ہیں، اور عموماً فضیلت کی تعلیم دار العلوم میں جاری رکھتے ہیں، اس کے بھی متعدد ملحقہ مدارس ہیں، جہاں ندوۃ العلماء کا نظام تعلیم ونصاب تعلیم جاری ہے۔

۵۔ مدرسہ ضیاء العلوم کنڈلور، کرناٹک۔ یہ ادارہ مولانا عبید اللہ ندوی کا قائم کردہ ہے، ماشاء اللہ یہاں عالمیت کی سطح کی تعلیم ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق ہوتی ہے، اور طلباء دار العلوم کے سالانہ امتحان مین شرکت کرتے ہیں۔

چند تحقیقی وعصری تعلیمی ادارے

فضلاء ندوۃ العلماء نے ندوۃ العلماء کے تخیل کے مطابق تحقیق واشاعت کے ادارے قائم کئے ہیں، جن کے ذریعہ فکر وعمل کی آبیاری کا کام جاری ہے، اگرچہ دار المصنفین اعظم گڑھ کا خاکہ علامہ شبلی نعمانیؒ نے پیش کیا تھا، لیکن اس کے معمار اول علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس خاکہ میں رنگ وروغن بھرا، اور عملی شکل میں ۱۹۱۴ء میں اعظم گڑھ میں قائم کیا، اور ندوی فضلاء کے ذریعہ ایک علمی کتب خانہ تیار کر دیا، جو ماشاء اللہ بغداد کے بیت الحکمۃ کے قائم مقام ہے، ان فضلاء میں مولانا شاہ معین الدین ندوی، مولانا عبد السلام قدوائی ندوی، مولانا حاجی معین الدین ندوی، مولانا ابو الحسنات ندوی، مولانا عبد الباری ندوی، مولانا ابو الجلال ندوی، مولانا ریاست علی ندوی، مولانا سید ابو ظفر ندوی، مولانا محمد اویس نگرامی ندوی، مولانا مجیب اللہ ندوی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کی کاوشیں علمی وتحقیقی دنیا میں قدر واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، بلکہ اسلام پر اعتماد کو بحال کرنے میں ان کے کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

یہ ادارہ علمی، دعوتی اور تحقیقی ہے، اس کو ۱۹۵۹ء میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے لکھنؤ میں قائم کیا، جس نے نئی نسل میں اسلام پر اعتماد کو مضبوط کیا، اور چار زبانوں اردو، عربی، ہندی اور انگریزی میں عمدہ اور صالح لٹریچر پیش کیا، اس ادارہ سے تقریبا چار سو کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جو فضلاء ندوۃ العلماء، خاص طور سے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی ہیں۔ اس کے بنیادی مقاصد میں:

۱۔ مختلف زبانوں میں ایسے پر مغز اور صالح لٹریچر کی تیاری جو اسلام کی مؤثر اور طاقتور نمائندگی کرے۔

۲۔ ایمان ویقین کی بنیادیں ذہن ودماغ میں از سر نو استوار کرے۔

۳۔ اُس ذہنی وفکری بےچینی وانتشار کو رفع کرے جو مغرب کی مادہ پرست تہذیب و ادب نے عالمگیر پیمانہ پر پیدا کر دیا ہے۔

۴۔ اس نئے ارتداد کا مقابلہ کرے، جو طوفان اور سیلاب کی طرح تمام عالم میں پھیل گیا ہے۔

فرقانیہ اکیڈمی بنگلور

یہ اکیڈمی ۱۹۷۰ء میں شہر بنگلور میں مولانا شہاب الدین ندویؒ نے قائم کی، اور اس کے ذریعہ قرآن اور سائنس پر قیمتی کتابیں اور تصنیفات شائع کی، یہ ادارہ ماشاء اللہ تقریبا پچاس سال سے سرگرم عمل ہے، اور سو سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اس وقت اس ادارہ سے ’’تعمیر فکر‘‘ کے نام سے ایک تحقیقی مجلّہ بھی شائع ہوتا ہے، جس کی ادارت مولانا انیس الرحمٰن ندوی بن مولانا شہاب الدین ندوی کر رہے ہیں۔

۳۔ مرکز الامام أبی الحسن الندوی، دارعرفات رائے بریلی

یہ بحث وتحقیق کا ایک قدیم ادارہ ہے، پہلے دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی کے نام سے سرگرم عمل رہا، اور کئی اہم تحقیقی کتابیں شائع ہوئیں، لیکن اب دارعرفات کے زیر انتظام تقریبا گیارہ سال پہلے مرکز الامام أبی الحسن علی الندوی کے نام سے ایک ادارہ تحقیق وتصنیف قائم کیا گیا، جس میں علمی اور تحقیقی کاموں کے علاوہ فارغین مدارس کی تربیت کا بہترین انتظام ہے، اور ہر سال ایک تعداد یہاں سے تربیت حاصل کر کے اپنے مشن میں سرگرم عمل ہوتی ہے۔

دارعرفات کے اولین دور میں الاعلام بمن فی تاریخ الھند من الأعلام مؤلفہ علامہ سید عبدالحی حسنیؒ (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر) اور الغناء فی الاسلام، الھند فی العھد الاسلامی، اذا ھبت ریح الایمان وغیرہ شائع ہوئی، اور مرکز سے تو ماشاء اللہ علمی، فکری، دعوتی، اصلاحی اور تربیتی کتابیں شائع ہورہی ہیں، اور اس سے پیام عرفات کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا گیا ہے، جو پابندی سے کئی زبانوں میں شائع ہورہا ہے، اس ادارہ کے ذمہ دار مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی ہیں۔

مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی مظفر پور اعظم گڑھ

اس ادارہ کے بانی حضرت مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری ہیں، انہوں نے یہ ادارہ تحقیق وتصنیف کے لئے قائم کیا ہے، اس ادارہ سے ماشاء اللہ حدیث اور علوم حدیث پر متعدد کتابیں شائع ہوچکی ہیں، اور کئی کتابوں کے ترجمے بھی ہوچکے ہیں، جن کی تفصیلات آئندہ آرہی ہیں، اس ادارہ کا کتب خانہ بہت قیمتی اور نادر کتابوں پر مشتمل ہے۔

ابوالحسن علی اکیڈمی بھٹکل

یہ ادارہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے نام سے موسوم ہے، اور شہر بھٹکل کرناٹک میں قائم کیا گیا ہے، اس کے ذریعہ متعدد دعوتی اور اصلاحی کتابیں شائع ہوئی ہیں، لیکن اس کا اصل میدان دعوت ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے نام سے ایک اسلامک یونیورسٹی کا پروگرام ہے، جس کے ابتدائی نقوش علی پبلک اسکولز ہیں، جو پورے ہندوستان و نیپال میں سو سے زائد ہیں۔ اس اکیڈمی نے اسکول کے لئے اسلامیات کا ایک جامع کورس بھی تیار کیا ہے، اکیڈمی سالانہ کوئیز پروگرام بھی کراتی ہے، جس میں مسلم وغیر مسلم طلباء بڑی تعداد میں شرکت کرتے ہیں، اور ان کے ذریعہ تعارف اسلام کا کام اچھے انداز میں انجام پارہا ہے۔

دارارقم ایجوکیشنل سوسائٹی ٹمکور

یہ سوسائٹی ایک ندوی فاضل مولانا محمد خالد ندوی ٹمکوری نے قائم کی ہے، اس کا مقصد صحیح اور صالح تعلیم وتربیت کا فروغ اور نئی نسل کے اندر اچھے اقدار پیدا کرنا ہے، اس سوسائٹی کے زیر انتظام چالیس اسکولز پورے ملک میں قائم ہو چکے ہیں، جہاں اس کا اپنا انداز تعلیم ہے، اور اس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات اور دینی معلومات سے بہتر انداز میں واقف ہوتے ہیں۔

ایچ۔ یم حسین ٹرسٹ حیدرآباد

یہ ایک اشاعتی اور دعوتی ادارہ ہے، جو حیدرآباد میں قائم کیا گیا ہے، اس کے تحت متعدد رسالے اور کتابچے جو دعوتی اور اصلاحی نقطہ نظر کے حامل ہیں، شائع

کئے گئے ہیں، ان کی تعداد تقریبا ۸۰/ رہے، اس ادارہ کے قائم کرنے والے جناب الحاج محمد عثمان حیدرآبادی زید مجدہ اگرچہ باضابطہ ندوہ کے طالب علم نہیں رہے، لیکن حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی فکر و دعوت سے بہت زیادہ قریب اور ایک زمانہ سے اس کے ناشر اور مبلغ رہے ہیں، انہوں نے ایک زمانہ امریکہ میں گذارا، اور کئی سال سعودی عرب میں رہے، اور اب حیدرآباد میں یکسو ہوکر دعوتی و اصلاحی عمل میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالی ان کو صحت و عافیت نصیب کرے۔

ان ندوی اداروں نے متعدد تحقیقی و علمی کتابیں تیار کرائیں، اور شائع ہوئیں، جس کا اندازہ ان کتابوں کی فہرست کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے، ایسی کتابوں کی تیاری و اشاعت میں غیر ندویوں سے بھی تعاون ملا، اور ملک و بیرون ملک میں ان کتابوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

پیام انسانیت اور ندوۃ العلماء:

ہندوستان متنوع ثقافتوں کا حامل ملک ہے، اس میں متعدد مذاہب کے ماننے والے موجود ہیں، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، جین اور دیگر قبائلی افراد یہاں پائے جاتے ہیں، ان کی الگ الگ زبانیں اور تہذیبیں ہیں، لیکن ان کے درمیان غلط فہمیوں اور ناہمواریوں کی فضا بھی قائم رہی ہے، جس کی وجہ عدم تعارف ہے، جس کے خطرناک نتائج سامنے آتے رہے ہیں، ضرورت تھی کہ تمام طبقات کو انسانیت کی بنیاد پر جوڑا جائے اور اور انسانی قدروں کی ترسیل و اشاعت کا کام کیا جائے، بحمد اللہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ۱۹۷۴ء میں پیام انسانیت کے نام سے ایک کل ہند تحریک قائم کی، جس کے ملک کے طول و عرض میں بڑے بڑے اجتماعات ہوئے، مختلف مذاہب کے افراد ایک دوسرے

کے ساتھ بیٹھے، اور تبادلہ خیال کیا، اور مشترکہ انسانی قدروں کو عام کرنے اور پھیلانے کا عزم کیا۔

حضرت مولاناؒ کا خیال یہ تھا کہ ہمارے ملک بلکہ تمام ممالک کے جملہ مسائل ومشکلات کا حل اسی بات میں مضمر ہے کہ ہم انسانیت کے اعلیٰ مقام کو سمجھنے کی کوشش کریں، اور انسان کی خدمت کے لئے اپنے دل میں زیادہ سے زیادہ گنجائش پیدا کریں اور عصبیت خواہ وہ کسی نوعیت کی ہو، اس سے پرہیز کریں، مقصد یہ ہے کہ معاشرہ کے اندر اخلاقی حس بیدار ہو اور اخلاقیات کی حکمرانی زندگی کے ہر شعبہ پر قائم ہو، یہی دراصل حل ہے ان تمام مسائل ومشکلات کا جس سے آج کی انسانی سوسائٹی دوچار ہے، اسی سے دلوں کے اندر جرائم سے نفرت پیدا ہوسکتی ہے اور کرپشن (Corruption) جو تمام شعبہ ہائے زندگی کے اندر پیدا ہوگیا ہے اس کی بیخ کنی ہوسکتی ہے۔

ملک میں فرقہ وارانہ فسادات سبھی کے لئے باعث تشویش اور پریشانی رہے، جو وقتاً فوقتاً ابھرتے رہتے تھے، خاص طور سے ان جگہوں پر جہاں مسلمان اچھی حالت میں ہوتے، یا ان کی اقتصادی حالت کچھ بہتر ہوتی، اس صورت حال سے حضرت مولانا بہت زیادہ متاثر اور کبیدہ خاطر تھے، اور ان کے ذہن میں یہ خیال گردش کرنے لگا کہ سربرآوردہ غیر مسلم حضرات سے ملاقات اور ان کے سامنے صورت حال کو رکھنا شاید مفید ہو، اور مسلمانوں کو فسادات کا نشانہ اتنی بے دردی سے بنائے جانے کا سلسلہ ختم ہوجائے، اس سلسلہ میں عام اجتماعات کا انعقاد کسی اہم شہر یا قصبہ وغیرہ میں کیا جاتا اور اس میں وہاں کے لوگ غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ کو شریک ہونے کی دعوت دیتے، دعوت نامہ چھپوا کر تقسیم کرتے، اور یہ خوشخبری سناتے کہ اس ملک کی مؤقر ترین شخصیت جو پوری دنیا میں اپنی ایک

شناخت رکھتی ہے، یعنی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس اجتماع میں خطاب کریں گے، اور آپ کی شرکت سے وہ بہت خوش اور مطمئن ہوں گے، چنانچہ اس قسم کے جلسے مختلف جگہوں میں اور کسی اچھی مناسبت سے ہوتے رہے، اور تقریروں میں غیر مسلم تعلیم یافتہ لوگوں کے ساتھ مسلم عوام بھی خطاب کے دائرہ میں آتے تھے، اس تحریک کا داعیہ دراصل ان تقریروں اور خطابات سے پیدا ہوا، جو ۱۹۵۴ء میں مشرقی یوپی کے دوروں میں کرنے کا موقع ملا تھا، ان تقریروں کو دو حصوں میں جمع کر کے ''پیام انسانیت'' اور ''مقام انسانیت'' کے نام سے مولانا نے شائع کرایا، اور اس کا بہترین ردعمل دونوں فریقوں کے تعلیم یافتہ طبقے میں ہوا، یہ تھی دراصل تحریک پیام انسانیت کے قیام کی بنیاد، پھر اس کا باقاعدہ ایک تحریک کی حیثیت سے ۱۹۷۴ء میں ملک کے مختلف حصوں میں آغاز ہوا، اور پیام انسانیت کے نام سے مسلمانوں اور انصاف پسند ہندوؤں کی ملک کی تعمیر اور ملک کے باشندوں کی تکریم اور اخلاقی زوال کو مٹانے کا عمل شروع ہوا، اور اس کے جلسے مختلف اوقات میں حضرت مولانا کی سرپرستی میں ہونے لگے، ان میں جن لوگوں نے جوش خروش کے ساتھ حصہ لیا، ان میں ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی صاحب، مولانا اسحٰق جلیس صاحب، مولانا محمد الحسنی صاحب، جناب پروفیسر انیس چشتی صاحب پورے خلوص کے ساتھ اس کی فکر میں مشغول رہے، اور اس کو اس ملک کی سالمیت، اس کے سیکولر کردار کو تقویت پہنچانے اور ہر اعتبار سے ملک کی تعمیر اور اخلاقی زوال کو مٹانے میں بڑی مدد ملی، حضرت مولانا جب تک بقید حیات تھے، اس کے جلسے برابر ہوتے رہے، ان کے انتقال کے بعد بھی پیام انسانیت کی تحریک قائم رہی اور مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی اس کی نگرانی کرتے رہے، اب ماشاء اللہ ان کے برادر خورد مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی کی

نگرانی میں اس کی ملک گیر سرگرمیاں جاری ہیں، وہ پورے اخلاص وحکمت کے ساتھ پیام انسانیت کے جلسے منعقد کرتے ہیں اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کے مطابق نیز ندوۃ العلماء کے ایک اہم مقصد کے طور پر پوری مستعدی سے مشغول ہیں، اور اللہ تعالی کی توفیق سے بہت کامیاب ہیں۔

پیام انسانیت کی اس تحریک میں ندوۃ العلماء کا شروع ہی سے سرپرستی کا تعلق رہا ہے، ندوۃ العلماء کے احاطہ میں اس کا ایک دفتر قائم ہے، اور اس کے ذریعہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے رسائل ولٹریچر کو شائع کیا جاتا ہے، ملک کے مختلف گوشوں میں جلسے اور اجتماعات منعقد ہوتے ہیں، میڈیکل کیمپ لگائے جاتے ہیں، اور رفاہی کام کئے جاتے ہیں، جس سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا اور صحیح رخ پر کام کی ترتیب بنتی ہے۔

ندوۃ العلماء کے فضلاء نے ملک کی موجودہ صورت حال میں پیام انسانیت کے کام کو اپنا مشن بنالیا ہے، وہ اپنے اپنے اضلاع اور علاقے میں اس کام کو بڑی مستعدی کے ساتھ انجام دیتے ہیں، اور ندوۃ العلماء سے رہنمائی حاصل کر کے اپنے مشن کو آگے بڑھاتے ہیں، کارکنان کا سالانہ اجتماع ہر سال ماہ نومبر و دسمبر میں ہوتا ہے، جس میں سالانہ کارگذاری سامنے آتی ہے، اور سال بھر کے لئے لائحہ عمل طے کیا جاتا ہے۔

ادھر پیام انسانیت کے علم تلے کئی ملاقاتیں اور نششتیں سرکاری عملے کے ساتھ ہوئی، جن کا اچھا نتیجہ ظاہر ہوا، اور ڈاکٹرس اور اطباء کے ساتھ بھی خصوصی اجتماعات کا انعقاد ندوۃ العلماء میں کیا گیا، جس کا انہوں نے بہت اچھا اثر لیا۔

* ندوۃ العلماء *

چند عظیم، دعوتی، ادبی اور تعلیمی اجتماعات

حفاظت دین، اشاعت دین اور اقامت دین کے جن اعلیٰ مقاصد کے پیش نظر ندوۃ العلماء قائم کیا گیا تھا، ان کی اشاعت کے لئے اس کے آغاز میں سالانہ جلسے ہوا کرتے تھے، جو ملک کے بڑے شہروں اور قصبات میں منعقد ہوتے تھے، ان اجتماعات میں ملک وملت کی اہم شخصیات کے خطابات ہوتے تھے، جن سے عوام و خواص کو فائدہ پہونچتا تھا، اور نئی نسل کے اندر اچھے جذبات پیدا ہوتے تھے، جوان کو اسلام کے لئے جینے اور مرنے پر آمادہ کرتے۔

ندوۃ العلماء کا پہلا سالانہ اجلاس کانپور، دوسرا لکھنؤ، تیسرا بریلی، چوتھا میرٹھ، پانچواں کانپور، چھٹا شاہجہاں پور، ساتواں عظیم آباد پٹنہ، آٹھواں کلکتہ، نواں امرتسر، دسواں مدراس، گیارہواں بنارس، بارہواں دہلی، تیرہواں اور چودھواں لکھنؤ، پندرہواں پونہ، سولھواں مدراس، سترہواں ناگپور، اٹھارہواں بیلگام، انیسواں لکھنؤ، بیسواں انبالہ، اکیسواں کانپور، بائیسواں امرتسر، اور یہ آخری اجلاس ۱۹۲۷ء میں منعقد ہوا۔ اس کے بعد بعض حالات کی وجہ سے سالانہ جلسوں کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکا۔

جشن تعلیمی ندوۃ العلماء:

ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسوں کی تلافی کے لئے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے ندوۃ العلماء کے پیغام کو ملک وبیرون ملک کے گوشہ گوشہ تک پہونچانے کی خاطر ۱۹۷۵ء میں ایک جشن تعلیمی کا فیصلہ کیا، وہ جشن تعلیمی ندوۃ العلماء کے لئے ایک نعمت الٰہی بن کر آیا، جو اس کے پچاسی سال

گذرنے پر منعقد گیا گیا، یہ جشن تین روزہ ۲۵۔۲۷ ر شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۳۱ ر اکتوبر۔۱۔۲۔نومبر ۱۹۷۵ء تھا، اس میں عالم عربی کی عظیم شخصیات شریک ہوئیں، شیخ الأزہر شیخ عبدالحلیم محمود، اور وزیر اوقاف مصر شیخ محمد حسین ذہبی، بلکہ ۱۶ ر ملکوں کے تقریبا ۶۵ ر نمائندے تھے، اس موقع پر ایک علمی نمائش بھی کتب خانہ میں قائم کی گئی، جس میں اسی (۸۰) ہزار مجلد مختلف علوم وفنون پر مشتمل کتابوں اور دو ہزار سے زیادہ مخطوطات کو سلیقہ سے آراستہ کیا گیا تھا۔(نوٹ: اب یہ تعداد دو لاکھ سے متجاوز، اور مخطوطات پانچ ہزار ہیں)۔

اس موقع پر کتب خانہ کی عمارت کا سنگ بنیاد ابوظبی کے چیف جسٹس شیخ احمد بن عبدالعزیز آل مبارک نے علماء ومشائخ کی موجودگی میں رکھا، اس موقع پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا شاندار خطاب ہوا۔

جشن تعلیمی میں کئی اہم شخصیات کی مبارک بادی کے خطوط آئے، جن میں چند کے نام حسب ذیل ہیں:

شاہ خالد بن عبدالعزیز آل سعود سعودی عرب

انور السادات مصر

صدر جمہوریہ ہند فخر الدین علی احمد

شیخ محمد صالح القزاز جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

شیخ عبدالعزیز بن باز مفتی عام سعودی عرب

اس جشن میں پچاس تقریریں اور محاضرات ہوئے، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے خطبہ صدارت اور خطابات اور دیگر مشاہیر علماء ہند کی تقریریں اس پر مستزاد، ماشاء اللہ یہ اجلاس ایک تاریخ ساز اور عہد ساز رہا، اور حضرت مولانا محمد ثانی حسنی کا یہ شعر مبنی بر حقیقت رہا:

گنجینہ فضل رحمانی وہ جس نے بلند اسلام کیا
دانشکدہ شبلی جس نے پھر ذوق سخن کو عام کیا
وہ ذوق سلیمانی جس نے تحقیق ونظر کا کام کیا
انفاس علی نے روشن پھر ندوہ کا جہاں میں نام کیا

مولانا محمد الحسنیؒ نے اس جشن تعلیمی کی پوری تفصیل (روداد چمن) کے نام سے ایک ضخیم جلد میں مرتب کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ادھر دو ایک سال سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اجلاس کی یہ صدا باہر بھی لگائی جائے، چنانچہ اس موقع پر مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کو خلیج کی ریاستوں میں اس مہم پر بھیجا گیا، اور اس دورہ کے مفید ومثبت نتائج برآمد ہوئے، زیادہ اہم مسئلہ عالم عربی کی اہم شخصیتوں کا انتخاب اور اس کی مکمل فہرست کی تیاری اور ان سے فوری رابطہ، ان کو ضروری لٹریچر کی فراہمی اور اس سے مستقل اور مسلسل مراسلت وغیرہ کا تھا، اس بار قدرتی طور پر دارالعلوم کے شعبہ ادب کے ذمہ دار وسربراہ کی حیثیت سے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی پر (جو مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے بیرونی دوروں اور سفروں میں اکثر ساتھ رہنے اور ان تمام مسائل پر مولانا سے قریبی رابطہ رکھنے کی وجہ سے ان شخصیات نیز کام کی نوعیت ونزاکت سے سب سے زیادہ واقف تھے) سب سے زیادہ تھا''۔

اجلاس کی عمومی ذمہ داری حضرت مولانا محمد عمران خان ندوی کے سپرد کی گئی تھی اور ان کے تعاون کے لئے مولانا ابوالعرفان خان ندوی، مفتی محمد ظہور ندوی، مولانا اسحاق جلیس ندوی، مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی، مولانا محبّ اللہ لاری کو مقرر کیا گیا تھا، اسی کے ساتھ مولانا قاضی معین اللہ ندوی نائب ناظم ندوۃ العلماء، مولانا عبد اللہ عباس ندوی، مولانا محمد الحسنی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

وغیرہ بھی جشن کو کامیاب بنانے میں شریک رہے۔

اجلاس کے دوررس نتائج:

اجلاس کے ذریعہ سے ندوۃ العلماء کا پیغام، اس کی دعوت، اس کے قیام کا مقصد دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچا، اندرونِ ملک کے اخباروں نے اور میڈیا نے اس کا زبردست نوٹس لیا، اور اجلاس کی عظمت اور اس کی اہمیت کو تسلیم کیا، اس کی مختصر روداد مولانا محمد الحسنیؒ صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

''یہاں دنیائے اسلام کی سب سے قدیم یونیورسٹی الازہر کے وائس چانسلر صدر اجلاس شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود کے ساتھ دنیائے اسلام کی سب سے بابرکت یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، ریاض یونیورسٹی، امام محمد بن سعود یونیورسٹی، جدہ یونیورسٹی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد اور جامعہ ملیہ دہلی کے سربراہ یا معزز نمائندگان ایک ساتھ تشریف رکھتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند، خود دارالعلوم ندوۃ العلماء، دارالعلوم تاج المساجد بھوپال، جامعہ رحمانیہ مونگیر، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، جامعہ سلفیہ بنارس، الباقیات الصالحات ویلور، دارالسلام عمرآباد، کاشف العلوم اورنگ آباد، جامعہ سلفیہ دربھنگہ، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، شمس الہدیٰ پٹنہ، احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، دارالعلوم چھاپی، فلاح دارین ترکیسر، مفتاح العلوم مئو، دارلعلوم مئو، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مدرسہ شاہی مرادآباد، مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر نیپال، مدرسہ نور الاسلام سنسری نیپال، مدرسہ فتح پوری دہلی، مظہر العلوم بنارس، مدرسہ حسینیہ راندیر، مدرسہ امدادیہ مرادآباد، حیات العلوم مرادآباد۔ اور دوسرے اہم مدارس عربیہ ومکاتب اسلامیہ کے ذمہ داران و منتظمین، علماء ومشائخ، اساتذہ

واصحاب درس اور اہل کمال واصحاب فضل کی بڑی تعداد اس تاریخ ساز اجلاس میں شریک تھی۔

ملک کی مختلف یونیورسٹیوں، اور کالجوں کے صدور شعبہ اور پروفیسر صاحبان ، ادباء واہل قلم، وکلاء اور صحافی اور مختلف شعبوں کے ماہرین فن وممتاز نامور افراد اس کے علاوہ ہیں۔

شیخ الازہر کا وفد چھ اہم ارکان پر مشتمل تھا، جن کے نام یہ ہیں:

۱- شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود

۲- ڈاکٹر محمد حسین ذہبی (وزیر اوقاف وامور ازہر)

۳- شیخ عبدالجلیل عبدہ شلبی (اسٹسٹنٹ سکریٹری (مجمع البحوث الاسلامیہ)

۴- شیخ عبداللہ احمد عبداللہ (پرنسپل کلیۃ اصول الدین جامعہ ازہر)

۵- شیخ عبدالعزیز مجید (سکریٹری وزیر اوقاف)

۶- شیخ ابراہیم ابوالعیو ان ابراہیم (سکریٹری شیخ الازہر)

دوسرے اہم ترین عرب مندوبین اور عالم اسلام کی مایہ ناز وباکمال شخصیتوں میں شام کے متبحر عالم اور شیخ وقت حسن حبنکہ (جو آج شام کے نہ صرف بہت بڑے شیخ بلکہ اپنی مقبولیت ووجاہت کے لحاظ سے بے تاج بادشاہ کہے جاسکتے ہیں) نامور محدث، فقیہ اور محقق، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، جو عرب دنیا میں فقہ حنفی کے ممتاز عالم اور ریاض کی محمد بن سعود یونیورسٹی میں اسلامی قانون کے استاد ہیں، جنہوں نے فخر المتاخرین مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی متعدد کتابوں پر تحقیقی کام کیا ہے، اور ان کو شائع کیا ہے، اور جنہوں نے دعوت نامہ کے جواب میں ناظم ندوۃ العلماء کو بہت ہی تأثر، عقیدت اور محبت کے ساتھ یہ الفاظ لکھے تھے کہ ’’حرمین

کے بعد اگر مجھے کہیں جانے کی آرزو ہے اور جہاں میں سر اور پلکوں کے بل جانا اپنی سعادت سمجھتا ہوں تو آپ کی یہی محفل اور انجمن ہے'' مشہور مصنف، عالم وداعی اور شعلہ بیان خطیب یوسف القرضاوی (جن کی فلسفۂ زکاۃ پر فاضلانہ کتاب فقہ الزکاۃ نے آج سند اور مأخذ کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ اور جن کی سحر بیانی اور قادر الکلامی نے حاضرین پر ایک جادو سا کردیا تھا)، حکومت قطر کے امور شرعیہ کے نگراں شیخ عبدالمعز عبدالستار، کویت کی سب سے بڑی اور واحد اسلامی تنظیم کے سربراہ شیخ یوسف جاسم الحجی، کویت ہی کے سابق وزیر، حال ممبر پارلیمنٹ سید یوسف ہاشم الرفاعی، جو وہاں بڑے اثر ورسوخ کے مالک اور ایک بڑے حلقہ پر اثر انداز ہیں، ریاض یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب عبدالعزیز فدا، ابوظبی کے رئیس القضاء الشرعی شیخ احمد عبدالعزیز آل مبارک، امارت شارقہ کی وزارت اوقاف کے ڈائرکٹر جنرل ونگراں امور دینیہ شیخ عبداللہ العلی المحمود، مدینہ یونیورسٹی کے سابق رجسٹرار وحال سکریٹری جنرل ادارۂ افتاء ودعوت اسلامی شیخ محمد ناصر العبودی (حال معاون جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ)، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے لائق اساتذہ شیخ ابوبکر الجزائری اور شیخ حماد الأنصاری، شیخ عبدالرحیم ملیباری، سعودی عرب کے فرمانروا کے ذاتی نمائندہ کی حیثیت سے عالی مرتبت شیخ یوسف الفوزان (سعودی سفیر متعینہ ہند)، عراق کے ممتاز عالم شیخ نوری الملاحویش، الجزائر کی اسلامی کونسل کے نگران اعلیٰ شیخ احمد حمانی، روس کی اعلیٰ اسلامی کونسل برائے امور مذہبی کے نمائندہ میر شرف الدین محمد وف، جاپان میں تبلیغ اسلامی کے ادارہ کے رکن خاص، عراق ہی کے ڈاکٹر صالح مہدی السامرائی، سابق ڈائرکٹر وزارت تعلیم مملکت سعودیہ محسن احمد باروم، صدر رابطہ العلوم الاسلامیہ شرق اردن کے استاذ تیسیر ظبیان، حرم مکی کے استاد حدیث اور رابطہ عالم اسلامی کے وفد کے

سربراہ ڈاکٹر محمد علوی مالکی، رابطہ عالم اسلامی کے ترجمان ''اخبار العالم الاسلامی کے لائق ایڈیٹر، ندوہ کے ایک فاضل محمد محمود حافظ اور مدرسہ صولتیہ کے مہتمم مولانا محمد شمیم رحمت اللہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔'' (روداد چمن ص ۱۰۰)

شیخ الأزہر کی افتتاحی تقریر کا ایک بڑا حصہ:

''برادران اسلام! سب سے پہلے ہم ندوۃ العلماء کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں ایسے اجتماع میں شرکت کی دعوت دی، جس میں ممالک اسلامیہ کے ممتاز اور نامور علماء حصہ لے رہے ہیں اور باہمی تعارف اور اخوت کی فضا میں مسائل پر غور کرنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ندوۃ العلماء کو آغاز ہی سے اس کے پروگرام اور مقاصد میں اس کی جدو جہد اور مساعی میں برکت وتوفیق عطا فرمائی ہے اور اس کو ان حیرت انگیز نتائج پر پہونچایا ہے کہ اس نے ہر میدان میں ممتاز اور بے نظیر شخصیتیں پیدا کیں، اس نے محدثین پیدا کئے، فقہائے بھی اس کی درسگاہ سے تیار ہوکر نکلے، کتاب اللہ کے عالم اور مفسر بھی یہاں تیار ہوئے، غرض علوم اسلامیہ کے ہر شعبہ میں یہ ادارہ برگ وبار لایا۔

اس کے ان ثمرات اور نتائج میں بہت سے ادارے اور مدرسے بھی ہیں جو یہاں نئی نسلوں کی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر تربیت کرتے ہیں۔

ندوۃ العلماء حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دے رہا ہے، اور اس اسلامی فضا اور ماحول کا پورا ساتھ دے رہا ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے منتخب فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جاری کیا۔

آج پورا عالم اسلام ندوہ کی قابل تحسین وآفریں مساعی کا احساس رکھتا

ہے اور نشر واشاعت کی ان کوششوں اور خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو یہاں انجام دی جارہی ہیں، ان علماء کے کام اور مقام کا بھی اس کو احساس ہے جو غور وفکر میں مشغول ہیں، اور راہ خدا میں ہر طرح کی کوشش کررہے ہیں۔

ابوالحسن علی ندوی کی صورت میں جو مثال ہمارے سامنے ہے اس سے ندوہ کی اس فضا کا پورا اندازہ کیا جاسکتا ہے، مولانا ابوالحسن نے اللہ کے ساتھ پورے خلوص کا معاملہ کیا ہے اپنی زندگی میں انہوں نے سچے مخلص مسلمان کی سیرت وکردار کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اسلام کی اپنے عمل وکردار سے بھی دعوت دی۔ اور اپنی نفیس اور بیش قیمت تصنیفات سے بھی۔ اور اپنے دعوتی اور اصلاحی دوروں اور تقریروں سے بھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے جو ایک عالم دین کو مل سکتی ہے" (پندرہ روزہ تعمیر حیات نومبر۔دسمبر ۱۹۷۵ء)

ادبیات اسلامی سمینار

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ زبان وادب اور دیگر اصناف سخن جو اظہار خیال کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہیں، ان کو عام طور پر تفریح طبع کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور ان سے بامقصد کام نہیں لئے جاتے، جبکہ یہ دونوں ایسے ذرائع ہیں، جن کو انسانیت کی خدمت کے لئے استعمال کیا جائے تو بڑا خیر وجود میں آئے گا، اور زندگی بامقصد ہوگی۔

عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے کہ علم وادب کے حاملین، نہ صرف یہ کہ امن وعافیت اور انسان کے فطری مزاج کے مطابق زندگی گذارنے کی راہ میں حائل ہوتے ہیں، بلکہ وہ اپنے ادب وفن کا استعمال انسانیت کی خدمت اور راہ گم کردہ انسانوں کو مزید مشکلات اور مسائل میں الجھانے کی کوشش کرتے ہیں، یہاں تک کہ عالم اسلام کے بہت سے ماہرین علم وادب تعمیر کے بجائے اپنے ادب وفن

سے تخریب کا کام لیتے ہیں، اور وہ اپنے ذہنی انتشار اور عقائدی نسیان کی وجہ سے نوجوانوں اور داعیوں کے سیرت واخلاق کی تعمیر کرنے کے بجائے ان کے ذہنوں کے اندر اپنے مسموم نظریات کی بنا پر مذہب وعقیدے کے خلاف غذا پہنچاتے ہیں، اس کی وجہ سے نوجوانوں میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہورہا ہے، جو دین ومذہب کا مخالف اور اخلاق وسیرت سے عاری ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ایک جگہ لکھتے ہیں:

''بلاد عربیہ بالخصوص مصر میں تقریبا نصف صدی سے ادب وتنقید اور نوجوانوں کو ذہنی وادبی غذا پہونچانے کے میدان پر ان ادباء اور اہل قلم کی اجارہ داری قائم ہوگئی تھی، جن کے عقائد میں خود تزلزل، ذہن میں انتشار اور تحریروں میں تشکیکی رجحان پایا جاتا تھا، اس لئے ایک طرف اس کی ضرورت تھی کہ عربی ادب کے خزانہ عامرہ سے وہ طاقتور اور دلآویز ادبی وتحریری نمونے نکالے جائیں اور ان کو نمایاں کیا جائے، جن کو سہولت پسندی اور قدیم مؤرخین ادب کی پیروی میں نظر انداز کردیا گیا، یا اس قصور میں کہ وہ کسی عالم وداعی اور دینی شخصیت کے قلم سے نکلے ہیں، ان کو ''ایوان ادب'' سے دور کردینے یا الگ کررکھنے کی سزا دی گئی، اور صدیوں ان پر پردہ پڑا رہا، دوسری ضرورت اس کی تھی کہ ادب عربی کے ایسے اساتذہ، اہل قلم اور دانشوروں کو جمع کیا جائے، جو عربی ادب وانشاء اور تنقید وتاریخ ادب کو صحیح رخ پر لگانے کی کوشش کریں، اور جدید نسل کو صالح غذا پہونچانے کے لئے ایک نیا ذخیرہ کتب (مکتبہ) اور ایک نیا مدرسۂ فکر (مکتب خیال) پیدا کرسکیں۔ (کاروان زندگی ج ۲/۳۲۹)

ہمارے ملک میں خصوصا مدارس اسلامیہ میں عام طور سے ادب کو دین سے جدا ایک ایسا عنصر خیال کیا جاتا تھا، جس کا مسلم معاشرہ کی تعمیر میں کوئی کردار نہیں، بلکہ محض تفریح طبع کے طور پر اس کو اختیار کیا جاتا ہے، مدارس کے نصاب میں ادب کے ایسے مضامین مقرر کئے گئے تھے، جو اسلامی زندگی کے لئے غیر

ضروری تھے، اور ادب کو اس نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش نہیں ہوئی کہ وہ دین کی دعوت پھیلانے کا ایک اہم ترین عنصر ہے، اور دینی زندگی میں لطافت اور پاکیزگی پیدا کرنے کے لئے ادب کا کردار بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

چونکہ یہ خیال ہمارے مذہبی حلقوں میں عام تھا کہ ادب کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ اہلِ ادب جو ادب کے داعی اور اس کے نمائندے ہیں وہ عام طور سے دین سے بیزار اور مذہب سے کنارہ کش ہوتے ہیں، ان کے اندر دینی حمیت، عقیدہ کی پختگی اور اخلاق وکردار کی پاکیزگی عام طور سے نہیں پائی جاتی، شاید یہی وجہ ہو کہ فن وادب اور شعروشاعری کو مذہب واخلاق کے حدود سے خارج اور محض تفریح طبع کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، حالانکہ دین کی تشریح اور انسانی قدروں کے اعلیٰ ترین اوصاف کی تفسیر کے لئے ادب کا سہارا لینا ایک ناگزیر ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے آخری نبی اور رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام افعال واقوال میں ادب عالی کا بہترین نمونہ پیش فرمایا ہے، دور جاہلیت کا ادب فصاحت وبلاغت کا ایک عظیم نمونہ ہے، لیکن ادب نبوت کے سامنے اس کا قد گھٹ جاتا ہے، اور قرآن کریم کے معجزانہ ادب وبلاغت کے سامنے دنیا کا اعلیٰ سے اعلیٰ ترین ادب چاہے وہ فصاحت وبلاغت کا کتنا ہی کتنا اونچا معیار رکھتا ہو ہیچ اور بے قیمت ہے۔

اس سے اس نتیجہ پر پہونچنا نہایت آسان ہوگا کہ ادب اخلاقی قدروں کا نگہبان اور ایمان وعقیدے کا پاسبان ہے، اگر کوئی ادب کو تخریب کا ذریعہ بنائے، یا طبیعت کی بدمزگی کو دور کرنے کا وسیلہ تصور کرے تو اس کی وجہ سے ادبِ کا اصل مقام اور اس کا عظیم کردار زندگی کی شاہراہ متعین کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لئے ذہن کو تیار کرنے اور اعلیٰ مقصدیت کی روح سے

اپنے آپ کو سرشار کرنے کی راہ میں اس کی بنیادی اہمیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

دیکھا جاتا ہے کہ ہر زمانہ میں اور خاص طور سے ہمارے ترقی یافتہ دور میں ایسے لوگ بکثرت دریافت ہوئے، جنہوں نے آداب وفنون کو شکست وریخت کا ذریعہ بنایا، اور قوموں اور نسلوں کو ضلالت وگمراہی پر آمادہ کیا، اور زندگی کے صحیح اور سیدھے راستے سے ہٹا کر نفس وشیطان کے راستوں کو مزین کرنے اور اسی کو حیات وکائنات کی ترقی کی اصل بنیاد قرار دیا۔

ظاہر ہے ایسی صورت حال میں دعوتِ اسلامی اور فکر اسلامی کی نمائندگی کرنے والے حضرات کا یہ فرض ہے کہ وہ ادب کے صحیح مفہوم اور اس کے صحیح کردار کو واضح کریں، اور اس کو صحیح راستے پر لانے اور اس سے زیادہ سے زیادہ مثبت فائدہ اٹھانے کے لئے لوگوں کو دعوت دیں، اسی عظیم مقصد کو پیش نظر رکھ کر ندوۃ العلماء کے ذمہ داران اور خاص طور سے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے ذہن میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ وہ مذاکرۂ ادبیات کے لئے ندوۃ العلماء کی سطح سے اصحاب علم وادب کو کسی ایک جگہ جمع ہونے اور اس موضوع پر بحث ومناقشہ کرنے کی دعوت دیں، چنانچہ ۱۷ر تا ۱۹ر اپریل ۱۹۸۱ء میں دار العلوم ندوۃ العلماء میں ادبیات کے موضوع پر ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا، اس سیمینار کا موضوع: ''عربی ادب میں خصوصا اور دوسری ادبیات میں اسلامی عناصر کی تلاش'' قرار دیا پایا، یہ دعوت نامہ حضرت مولانا کی طرف سے عالم عربی کے منتخب علماء، ادباء اور شعراء کو بھیجا گیا، اس مقصد کے لئے زبانی دعوت دینے کا بھی فیصلہ ہوا، اور مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کو بلاد عربیہ میں مزید تاکید کے لئے دعوت نامہ لے کر تحریری اور زبانی دعوت دینے کے لئے وہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا، اس سفر میں رفیق سفر کی حیثیت سے جناب مولانا شمس الحق صاحب کا انتخاب عمل میں آیا، اور دونوں

مارچ ۱۹۸۱ء میں اس مہم پر نکلے، امارات عربیہ، قطر، کویت، ریاض، حرمین شریفین اور سلطنت عمان کا سفر تقریبا ایک ماہ تک جاری رہا، اس اثناء میں تحریری دعوت نامہ کے ساتھ زبانی دعوت اور ادبی سیمینار کی اہمیت پر مختلف مقامات پر گفتگو کرنے اور عرض کرنے کا موقع ملا، ہر جگہ لوگوں نے اس سیمینار کے سلسلہ میں اپنی بہت اچھی رائے کا اظہار کیا، اور اس کو ایک ضروری اور اہم اجتماع قرار دیا، شیخ احمد بن حمد الخلیلی مفتی سلطنت عمان نے بہت اہتمام کیا اور سیمینار میں وہ اپنا وفد لیکر آئے۔ ۱۷ر تا ۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء اپنے وقت پر سیمینار شروع ہوا، اس کے نتیجہ میں ممالک عربیہ سے حصہ لینے والے ادباء وفضلاء بڑی تعداد میں لکھنؤ آئے، اس سیمینار میں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے خطبہ صدارت پیش کیا، جو ایک تاریخی دستاویز سے بھی زیادہ طاقتور، مؤثر اور بلیغ ہے، اس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

''ندوۃ العلماء کا یہ ادارہ جہاں آپ اس وقت جمع ہیں، ان سرخیل اداروں میں ہے، جہاں سے پہلی مرتبہ آواز اٹھی کہ دین وادب کی شاہراہیں الگ الگ نہیں ہیں، اس نے ان دونوں گروہوں کو ایک ساتھ چلنے کی دعوت دی، یعنی دعوت وتبلیغ دین کا گروہ اور ادیبوں وانشاپردازوں، تاریخ وتنقید کے دانش وروں کا گروہ، ندوہ نے ادب کی اجارہ داری کو تسلیم نہیں کیا، اور اس کی تقسیم کو ختم کرنے اور دونوں کو ایک ساتھ چلنے کی دعوت دی'' (دین وادب: ۳۳)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی حال ناظم ندوۃ العلماء اور سابق عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ اس مذاکرۂ ادبی کی روداد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ندوہ کی خدمات اور اس کی اس فکر کو علمائے ادب نے سراہا کہ ادبیات میں اسلامی تصور اور اخلاقی قدروں کے کافی خزانے موجود ہیں، ان کو منظر عام پر آنا چاہئے، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں بتایا کہ صرف قرآن کریم کا یہ احسان ہے کہ عربی زبان زندہ ہے، اور اپنے مرکز سے

ہزاروں میل کی دوری پر آج اس کے ادب پر مباحثہ ہورہا ہے، مولانا نے تفصیل سے بتایا کہ اس ملک اور اس برصغیر میں عربی زبان وادب، تاریخ وسیر، حدیث وتفسیر پر کیا کام ہوئے ہیں، جن کی مثال دوسرے کسی غیر عرب ملک میں مشکل سے ملے گی، نیز یہ کہ یہاں کے علماء نے ملک کی زبان وادب کی ترقی اور سرگرمی میں قائدانہ ورہبرانہ حصہ لیا ہے، (جس کی نظیر دوسرے ملکوں میں ملنی مشکل ہے، اور وہ یہاں کی علمی وادبی زندگی میں اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ زبان وادب کا کوئی مؤرخ ان کا ذکر کئے، اور ان کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا، مولانا نے اس پہلو کو بھی واضح کیا کہ ندوۃ العلماء کے بانیوں اور اس کے نامور فضلاء نے عربی ادب اور دین کو ہم آہنگ بنانے اور ایسا نصاب تعلیم مرتب کرنے کی سب سے پہلے دعوت دی، جس میں دین وادب پہلو بہ پہلو، اور ایک دوسرے کے معاون نظر آئیں۔

ندوہ کا یہ سیمینار اپنے حسن انتظام، سنجیدہ علمی مقالات، اور عرب ادباء کی دلچسپی وسرگرمی کے لحاظ سے بے مثال سمجھا جارہا ہے، عرب وفود نے پوری وسعت قلبی سے اس کا اعتراف کیا، اور نظم ونثر دونوں میں ندوہ کے فضلاء وادباء کو خراج عقیدت پیش کیا، جنہوں نے عربی نثر ومقالہ نگاری کا ایک ایسا اسلوب پیش کیا ہے، جو عربی زبان وادب کی حلاوت وفصاحت اور دعوت کی روح وطاقت دونوں کا بیک وقت مظہر اور نمونہ ہے۔

اس مذاکرہ میں عربی کے ۴۰ر مقالات پڑھے گئے، ۱۰ر قصیدے سنائے گئے، اردو سیکشن میں ۴۴ر مقالات پیش ہوئے، جن میں پانچ انگریزی، ایک فارسی اور بقیہ اردو کے تھے۔

مذاکرہ علمی کا اختتام ایک سفارش پر ہوا، جس میں ادبیات کے اندر اسلامی تصورات کی تلاش اور مزید ادبی کاموں میں اخلاقی ومذہبی عناصر کو اجاگر کرنے کی تدابیر شامل ہیں، نیز یہ کہ ایک مستقل سکریٹریٹ قائم کیا جائے، جس کا صدر مقام دار العلوم ندوۃ العلماء ہو، یہ سفارشات ایک کمیٹی نے مرتب

کیں، جو عرب اساتذۂ ادب پر مشتمل تھی، ندوۃ العلماء کی طرف سے اس کے رکن مولانا سید واضح رشید ندوی تھے، کمیٹی کے ایک معزز رکن ڈاکٹر فتحی عثمان (متوفی: شوال ۱۴۳۱ھ) نے سفارشات مرتب کرنے میں بنیادی رول انجام دیا، اورانھوں نے ہی سفارشات سیمینار کے جلسہ عام میں پڑھ کر سنائیں اور منظور کرائیں۔(دین وادب: ۸-۹)

علمی مذاکرہ کے اس سیمینار میں بہت سے عرب ممالک کے علما، ادباء، اور فضلاء شریک ہوئے۔ خاص طور سے سعودی عرب سے شیخ عبدالعزیز رفاعی، اور ڈاکٹر عبداللہ رافت الباشا، مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر زکریا بری، اور حکومت قطر کے امور دینیہ کے مدیر شیخ عبداللہ ابراہیم الانصاری اور سلطنت عمان کے شیخ وادیب، مفتی احمد بن حمد الخلیلی (مدیر الشئون الإسلامیۃ ووزارت اوقاف، سلطنت عمان) قابلِ ذکر ہستیوں میں تھے، ان حضرات کے واپس جانے کے بعد عالم عربی کے مختلف علاقوں میں اس سیمینار کی گونج سنی گئی، اور ہر طرف اس کا چرچا ہوا، اس کی اہمیت اور افادیت پر لوگوں نے مجالس کا انعقاد کیا۔ اس کی وجہ سے ادب کے اس نقطہ نظر کو پھیلنے میں بہت مدد ملی، اور اسی کا اثر تھا کہ ریاض میں جامعۃ الامام محمد بن سعود کے استاد ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح اور جامعہ اسلامیہ مدینہ کے استاد عبدالباسط بدر اور ان کے احباب نے ایک بین الاقوامی تنظیم قائم کی اور ۱۹۸۴ء میں جب حضرت مولانا مکہ مکرمہ میں جناب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب کے مکان پر مقیم تھے، یہ دونوں حضرات اپنے وفد کے ساتھ مولانا کی خدمت میں آئے، اور اس رابطہ ادب اسلامی کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی۔

حضرت مولانا نے اس کی افادیت کے پیش نظر ان کی درخواست قبول کرلی، عالم عربی کے بعض سیاسی اسباب کی بنا پر اس کا مرکز دارالعلوم ندوۃ العلماء میں

رکھنے کی درخواست کی، جناب عبدالقدوس ابوصالح رابطہ کے نائب صدر قرار پائے، جناب عبدالباسط بدراس کے امین عام مقرر ہوئے، اور دارالعلوم میں اس کا دفتر قائم ہونے کی وجہ سے جناب مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی اس رابطہ کے نائب صدر اور جوائنٹ سکریٹری جناب مولانا سید محمد واضح رشید ندوی کو بنایا گیا، اس رابطہ نے حضرت مولانا کی صدارت کی وجہ سے مزید توسع اور ترقی اختیار کی، چنانچہ اس کی مجلس عاملہ بنائی گئی، اور اس کا مجلس الامناء نام رکھا گیا، اس مجلس کے پندرہ ارکان تھے، جس میں اکثر بلاد عربیہ کے ادباء وفضلاء تھے، اور حضرت مولانا کے مشورے سے ندوہ سے تعلق رکھنے والے بھی کچھ حضرات مجلس امناء کے ممبر قرار پائے

حضرت مولانا نے اپنی کتاب ''کاروان زندگی'' میں رابطہ ادب اسلامی کے قیام کا ذکر کیا ہے، مناسب ہے کہ اس جگہ رابطہ ادب اسلامی کے سلسلہ میں حضرت مولانا کی مختصر عبارت نقل کر دی جائے:

''مدینہ طیبہ سے ۷رمئی کو جدہ واپسی ہوئی، مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کیا، وہاں عربی ادب کے ممتاز علماء کا ایک وفد آ کر ملا، یہ وفد ریاض کی امام محمد بن سعود یونیورسٹی اور مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ ڈاکٹر عبدالباسط بدر، استاد حیدر غدیر، اور ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح پر مشتمل تھا، یہ حضرات ریاض اور مدینہ سے خاص غرض سے مکہ مکرمہ آئے تھے، انہوں نے رابطہ ادب اسلامی کے اغراض ومقاصد بیان کئے، اور اس کے آئین کا مسودہ پیش کیا، اور مجھ سے اس کی سربراہی قبول کرنے اور اس رابطہ کو ایک بین الاقوامی تنظیم کی حیثیت سے قائم کرنے کی اجازت دینے کی خواہش کی، یہ بھی طے پایا کہ عرب دانشوروں کی ایک کمیٹی بنادی جائے، اور مراکش اور الجزائر سے لیکر خلیج کی ریاستوں کے ادباء اور اہلِ قلم کو شرکت ورکنیت کی دعوت دی جائے، اور آئندہ سال اس کا اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہو، اس کا صدر دفتر ندوۃ العلماء ہی میں رہے گا، اور عزیز مولوی محمد رابع ندوی عمید کلیۃ اللغۃ العربیۃ اس کے جنرل سکریٹری ہوں گے'' (کاروان زندگی ج ۲ر ۲۷-۲۸)

دعوت اسلامی کانفرنس

اسلام کے خلاف عالمی یہودیت اور تخریبی تحریکوں کے نتیجہ میں اسلام اور مسلمانوں کونقصان پہونچانے کے پسِ منظر میں مسلمانوں کو کھلے ہوئے چیلنجوں کا مقابلہ کرنا پڑا، اس کے لئے ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ؒ نے ندوۃ العلماء کی طرف سے دعوت اسلامی کے مسائل میں غور وفکر کرنے کے لئے علماء ومفکرین واصحاب دعوت کی ایک کانفرنس ندوہ میں منعقد کرنے کی تجویز پیش فرمائی، اور ۱۲/۱۳/ رجب ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۲-۱۳/ نومبر ۱۹۹۷ء کو یہ کانفرنس ندوہ کے کشادہ میدان میں منعقد ہوئی، حضرت مولانا نے اپنی طرف سے اس علمی اور دعوتی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے ممتاز اہلِ علم اور دیگر بڑی شخصیات کو شریک ہونے کا دعوت نامہ بھیجا، اور اجلاس کی صدارت مکی حرم شریف کے صدر شیخ محمد بن عبداللہ السبیل نے کی، جو ایک عرصہ تک حرم پاک مکہ مکرمہ اور حرم شریف مدینہ منورہ کے تمام دینی امور کے صدر رہ چکے ہیں، اس کے ساتھ مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر صالح عبداللہ العبود بھی تشریف لائے، اور ایک بڑے وفد کی سربراہی کی۔ کانفرنس کی اہمیت دعوت نامہ کے اس اقتباس سے ہوگی، جس میں حضرت مولانا رقمطراز ہیں:

"حضرة الأخ الكريم حفظه الله تعالىٰ"

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد: فنظرا الى ماقامت به الدعوات الهدامة من نشاط مكثف ضد الدين الاسلامى الصحيح، ونشر عقائدها المنحرفة كالقاديانية ومذاهب منحرفة أخرى،

أردنا أن نعقد مؤتمرا للبحث فيها، ووضع خطط مؤثرة لمقاومتها، ودحضها ، وبناء على ما عرفناه من محبتكم للدين الحق، وسعيكم للذب عنه و ترسيخ العقيدة الاسلامية الصحيحة ودعمها ونشرها ، نرجو منكم التعاون معنا فى هذا العمل المهم بحضوركم في هذا الاجتماع الذى سوف يعقد إن شاء الله تعالىٰ فى ندوة العلماء فى ١٢-١٣/رجب عام ١٤١٨ھ ، الموافق ١٢-١٣ نوفمبر عام ١٩٩٧م۔

کاروان زندگی میں کانفرنس کی مختصر تفصیل حضرت مولاناؒ کے الفاظ میں اس طرح درج ہے:

''چنانچہ ۱۲-۱۳/نومبر کا ایک ایسا عظیم عالمی اجتماع یہاں منعقد ہوا، جو اپنی کمیت وکیفیت (تعداد حاضرین اور مراتب شرکاء ومقررین) کے لحاظ سے ہندوستان کی پچھلی تاریخ میں بے مثال اور بے نظیر تھا، جہاں تک حاضرین وشرکاء کی تعداد کا تعلق ہے، بعض غیر مسلم اخباروں نے ۵-۶/لاکھ لکھی ہے، اخبار ''پانیر'' نے ۳/لاکھ لکھا، پورا میدان لکھنؤ یونیورسٹی تک اور دارالعلوم کے باہر کی سڑک اور دریائے گومتی کے بند تک، حاضرین اور نماز پڑھنے والوں سے بھرا تھا، دارالعلوم کے وسیع میدان اور اس کے قرب وجوار میں نمازیوں کا ایسا فرش بچھا ہوا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ گھاس اگی ہوئی ہے، اور ایک بالشت زمین بھی اس سے خالی نہیں ہے، صدر اجلاس اور امام جمعہ شیخ محمد بن السبیل جب چھت پر سے جاکر منظر دکھایا گیا تو وہ فرط مسرت وحیرت سے آبدیدہ ہوگئے۔

اجلاس کی صدارت ائمہ حرم شریف مکہ مکرمہ کے صدر شیخ محمد بن عبداللہ السبیل نے کی، جو حرم پاک مکہ مکرمہ اور حرم شریف مدینہ منورہ دونوں کے تمام انتظامی ودینی امور

کے صدر اعلیٰ ہیں، حرم میں اماموں کا تعین اور ہزاروں کارندوں کی سربراہی ان کے ذمہ ہے، علوم دینیہ پر گہری نظر رکھتے تھے، اور مطالعہ بہت وسیع ہے، وہ اپنے خصوصی ہوائی جہاز سے لکھنؤ تشریف لائے، آپ کے ساتھ مدینہ منورہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر صالح عبداللہ العبود بھی تھے، ان کے ساتھ ایک مؤقر وفد بھی تھا، جس کے سبھی ممبر فقیہ عالم دین تھے، وزارت شئون اسلام کے وزیر ڈاکٹر عبداللہ عبدالمحسن ترکی کے نائب ڈاکٹر عدنان وزان، جامعہ ام القری کے دو استاد، مشہور ماہر تعلیم، دار الشروق ودار المعرفۃ کے ڈائریکٹر جنرل استاد سید محسن احمد باروم، عالم اسلام کی دینی سیاست کے دانشور اور قاہرہ کی مجلس اسلامی اعلیٰ دعوت رفاہ عام کے سربراہ استاد کامل الشریف، نیز رابطہ عالم اسلامی کے ناظم اعلیٰ کے نائب عام اور پچاس سے اوپر کتابوں کے مصنف استاد محمد ناصر العبودی اس کے ساتھ ترکی کا ایک ۵ رکنی وفد جس میں شیخ محمد امین سراج (جو رابطہ عالم اسلامی کی مساجد کونسل کے رکن اور استنبول میں جامع سلطان محمد الفاتح کے مدرس اعلیٰ ہیں) استاد حمدی ارسلان کلیۃ الالہیات کے صدر شعبہ ادب عربی، شیخ نور الدین بیلانیہ، استنبول میں استاد عربیات، انڈونیشیا سے الاستاد امین   اللہ، معہد الکوثر کے استاد نمائندہ، ملیشیا سے معہد التربیۃ الاسلامیۃ، قدح کے صدر اور جمعیۃ علماء کے صدر ڈاکٹر ابوبکر اوانج، استاد احمد فہمی زمزم ندوی، ڈاکٹر سالم وان (معہد اسلامی قدح کے مدیر) شریک تھے۔

ان حضرات کی آمد نے اس اجلاس کو ایسا بنا دیا جیسے کسی عرب ملک میں ہو رہا ہو، اس کی کارروائیاں بھی عربی میں ہوتی رہیں، جن کا ترجمہ اردو میں کیا جاتا تھا، اور اردو کا عربی میں، ہندوستان کے تقریباً تمام ہی صوبوں کے علماء ومفکرین، مدارس اسلامیہ اور قدیم وجدید دار العلوموں کے مہتمم اور دینی دعوت کے تجربہ کار اور بحث وتحقیق کے شناور تشریف فرما تھے، تقریباً ۱۷ ملکوں کی نمائندگی تھی‘‘

(کاروان زندگی ج ۷/ ۹۵۔۶۱)

کانفرنس میں جن پہلوؤں پر بحث وگفتگو ہوئی، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) منحرف دینی تحریکوں اوران کی کوششوں کا جائزہ۔

(۲) فرقہ قادیانیت کی خفیہ اور ظاہری کوششوں پر غور اور غفلت میں مبتلا مسلمانوں پراس کا اثر اوراس کے روکنے کے طریقوں پر بحث ومباحثہ۔

(۳) علمی اور دینی میدانوں میں مسلمانوں کی پسماندگی اوراس پسماندگی کو دور کرنے کی ترکیبوں پرغور کرنا۔

(۴) غیر اسلامی ملکوں میں مسلمانوں میں دینی اور ثقافتی مسئلوں پرغور کرنا اور اس کے مفید حل کوڈھونڈھنا۔

(۵) موجودہ حالات میں دعوتی اور تربیتی کاموں کے لئے بہترین طریقے کو تلاش کرنا۔

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اس طرح کی کانفرنس منعقد کرنا ندوۃ العلماء کی ایک طرح سے ذمہ داری ہے، بین الاقوامی سطح پر علماء اور اہل دعوت کوجمع کرنا اور امت کے قضایا اور دعوت کے مسائل اور علمی وفکری چیلنجوں پرغور کرنا، ندوۃ العلماء کے مسلک کے عین مطابق ہے۔

پیغام ندوۃ العلماء کی ترسیل کے ابلاغی ذرائع:

اسی کے ساتھ ندوۃ العلماء نے علمی، دعوتی اور اصلاحی رسائل وجرائد کے جاری کرنے کا نظام بنایا، اور ماشاء اللہ یہ نظام بڑا طاقتور اور مستحکم ثابت ہوا، اِس وقت ندوۃ العلماء سے کئی زبانوں میں علمی، دعوتی اور اصلاحی رسائل وجرائد شائع ہورہے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں: البعث الاسلامی (تاریخ اجراء ۱۹۵۵ء) الرائد (تاریخ اجراء ۱۹۵۹ء) تعمیر حیات (تاریخ اجراء ۱۹۶۳ء) فریگرینس آف

ایسٹ (تاریخ اجراء ۱۹۹۹ء) سچا راہی (تاریخ اجراء ۲۰۰۲ء) کاروان ادب (تاریخ اجراء: ۱۹۹۴ء)

واضح رہے کہ اس جرائد سے پہلے الندوۃ (تاریخ اجراء ۱۹۰۴ء) اور الضیاء (تاریخ اجراء ۱۹۳۱ء) بھی شائع ہوتے رہے ہیں، جن کے ذریعہ ندوۃ العلماء کی دعوت وفکر کی ترسیل کا کام بڑے پیمانہ پر انجام پا رہا تھا۔

عہد اخیر میں

فضلاء ندوۃ العلماء کی اہم تصنیفات وتحقیقات

(قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ، عربی واردو زبان وادب وحالات حاضرہ)

قرآن وعلوم قرآن :

(۱) قرآن کریم انسانیت کے لئے عظیم معجزہ مولانا عبداللہ عباس ندوی

(۲) أسباب التکرار فی القرآن مولانا عبداللہ عباس ندوی

(۳) تعلم لغۃ القرآن مولانا عبداللہ عباس ندوی

(۴) قاموس الفاظ القرآن مولانا عبداللہ عباس ندوی

(۵) قرآن کریم انسانی زندگی کا رہبر کامل حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(۶) احتساب زندگی (سورۂ انبیاء کی روشنی میں) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(۷) اسلامی معاشرہ (سورۂ حجرات کی روشنی میں) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(۸) صبر اور تقوی کی زندگی (سورۂ یوسف کی روشنی میں) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(۹) سائنسی تصنیفات مولانا شہاب الدین ندوی

(۱۰) توضیحی ترجمہ قرآن مولانا حسان نعمانی ندوی

(۱۱) آسان معانی قرآن مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

(۱۲)تفسیر فاروقی مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(۱۳)مباحث فی ترجمۃ معانی القرآن مولانا راشد نسیم ندوی

(۱۴)الآثار البینات فی فضائل الآیات مولانا فیصل احمد ندوی

(۱۵)علامہ سید سلیمان ندوی کے تفسیری نکات (دو جلدیں) محمد فرمان ندوی

(۱۶)الاعجاز العلمی القرآنی ڈاکٹر محمد علی ندوی

(۱۷)مبادیٔ فی أصول التفسیر ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

(۱۷)الموجز فی أصول التفسیر محمد فرمان ندوی

حدیث اور علوم حدیث :

دراسات تربویۃ فی الأحادیث النبویۃ ڈاکٹر لقمان اعظمی ندوی

ترجمہ الأدب المفرد بقلم مولانا عبداللہ عباس ندوی

تصنیفات و تحقیقات مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

(۱) محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے

(۲)فن اسماء الرجال

(۳)الدفاع عن ما أوردہ ابن الجوزی علی الصحاح

(۴)الامام ابوداود المحدث الفقیہ

(۵)الامام البخاری سید الحفاظ والمحدثین

(۶)الامام مالک ومکانۃ کتابہ الموطا

(۷)ظفر الأمانی فی مختصر الجرجانی

(۸) أوجز المسالک الی موطا الامام مالک

(۹) کتاب الزھد الکبیر للامام أحمد بن حسن البیھقی

(۱۰) الجامع الصحیح للامام البخاری مع حاشیۃ السہارنفوری

(۱۱) جامع الترمذی مع الکوکب الدری

(۱۲) لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح

(۱۳) الأبواب والتراجم لصحیح البخاری

(۱۴) روائع الأعلاق فی شرح تھذیب الأخلاق ڈاکٹر ابوسحبان روح القدس ندوی

(۱۵) الوفاء بأسماء النساء (۴۳ جلدیں) مولانا محمد اکرم ندوی

(۱۶) منھج الحیاۃ الایمانیۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ، تحقیق مولانا عبدالرشید ندوی

(۱۷) نبوات الرسول ماتحقق منھا ومالم یتحقق مولانا ولی اللہ عبدالرحمٰن ندوی

(۱۸) الروائع والبدائع فی الحدیث النبوی مولانا نعمان الدین ندوی

(۱۹) الموسوعۃ فی أحادیث المھدی الضعیفۃ والموضوعۃ ڈاکٹر عبدالعلیم عبدالعظیم بستوی ندوی

(۲۰) مسانید الصحابیات من جمع الجوامع للسیوطی تحقیق ڈاکٹر محمد غوث ندوی

(۲۱) تبسیط علم التخریج ڈاکٹر مصطفیٰ أبوسلیمان ندوی

(۲۲) تنویر الآفاق فی شرح تہذیب الأخلاق تحقیق مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

(۲۳) مبادیٔ وأصول فی أحادیث الرسول ﷺ مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی

(۲۴) مفردات صحیح البخاری مولانا عمر عثمان ندوی

فقه و أصول فقه :

(۱) اسلامی فقہ (اول تا چہارم) مولانا مجیب اللہ ندوی

(۲) الفقہ المیسر علی مذھب الامام أبی حنیفۃ (جلداول) مولانا شفیق الرحمٰن ندوی

(۳) الفقہ المیسر (جلددوم) مولانا راشد حسین ندوی

(۴) القواعد الفقھیۃ مولانا علی احمد ندوی

(۵)المشورات فی عیون المسائل المھمات (فتاوی امام نووی) تحقیق مولانا رحمت اللہ ندوی
(۶) کتاب الصوم وأحکامہ المستمدۃ من الکتاب والسنۃ ڈاکٹر عبدالوھاب زاھد حلبی ندوی
(۷) رمضان کے شرعی احکام مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی
(۸) فقہ شافعی اول۔ دوم مولانا محمد ایوب ندوی بھٹکلی
(۹) الوقف ودورہ فی التنمیۃ الاجتماعیۃ مولانا شفیع احمد ھاشم ندوی
(۱۰) الفقہ المیسر ڈاکٹر محمد علی ندوی
(۱۱) نظریۃ تقدیم الأقوی ڈاکٹر محمد علی ندوی
(۱۲) فتاوی ندوۃ العلماء (چار جلدیں) مرتب مولانا منور سلطان ندوی
۱۳) مبادئ فی أصول الفقہ ڈاکٹر محمد اکرم ندوی
(۱۴) بچوں کے احکام ومسائل مولانا فیصل احمد ندوی
(۱۵) تجہیز وتکفین کتاب وسنت کی روشنی میں مولانا راشد حسین ندوی
(۱۶) عرب وعجم کے پیمانے مولانا شیر افگن ندوی
(۱۷) اسلامی زندگی کتاب وسنت کی روشنی میں مولانا خالد فیصل ندوی
(۱۸) خواتین کے مسائل مولانا منور سلطان ندوی

فقہی میدان میں فضلاء ندوۃ العلماء کا اہم کارنامہ الموسوعۃ الفقھیۃ طبع وزارت اوقاف کویت کا ترجمہ ہے، جو چالیس جلدوں میں ہے، ان میں تقریبا ۲۰/ جلدوں کا ترجمہ ندوۃ العلماء کے فضلاء نے کیا ہے: ان کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

(۱) پہلی اور دوسری جلد مولانا فہیم اختر ندوی
(۲) دوسری جلد مولانا صدر الحسن ندوی
(۳) چوتھی جلد مولانا صفدر علی ندوی
(۴) چھٹی جلد مولانا ظفر عالم ندوی

(۵) آٹھویں جلد مولانا فہیم اختر ندوی

(۶) بارہویں جلد مولانا راشد حسین ندوی

(۷) تیرہویں جلد مولانا شفیق الرحمٰن ندوی

(۸) چودہویں جلد مولانا اقبال احمد ندوی

(۹) پندرہویں جلد مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی

(۱۰) سولہویں جلد مفتی راشد حسین ندوی

(۱۱) اٹھارہویں جلد مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی

(۱۲) انیسویں جلد مولانا فہیم اختر ندوی

(۱۳) بیسویں جلد مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی

(۱۴) بائیسویں جلد مولانا ظفر عالم ندوی

(۱۵) چوبیسویں جلد مولانا ظفر عالم ندوی

(۱۶) پچیسویں جلد مولانا صفدر علی ندوی

(۱۷) تیسویں جلد مولانا ظفر عالم ندوی

(۱۸) چونتیسویں جلد مولانا فہیم اختر ندوی

(۱۹) سینتیویں جلد مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی

(۲۰) انتالیسویں جلد مولانا فہیم اختر ندوی

فن سیرت رسول و صحابہ و تابعین :

مجتمع المدینۃ المنورۃ فی عہد الرسول ﷺ	مولانا ڈاکٹر لقمان اعظمی ندوی
رہبر انسانیت	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
پیغمبر اخلاق وانسانیت	مولانا عبداللہ عباس ندوی

اہل کتاب صحابہ وتابعین مولانا مجیب اللہ ندوی

تبع تابعین مولانا مجیب اللہ ندوی

صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم کی مثالی زندگی مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

شعراء الرسول فی ضوء الواقع والقریض مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

غزوات النبی فی ضوء القرآن والأحادیث ڈاکٹر محمد غوث ندوی

الخلفاء الراشدون مولانا سراج الرحمٰن الندوی

تذکرہ صحابیات مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

ہجرت مصطفیٰ مولانا محمد علاء الدین ندوی

المدائح النبویۃ فی الھند مولانا صدر الحسن ندوی

تاریخ اصلاح وتربیت (دو جلدیں) مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی

محمد نبی الرحمۃ ﷺ مولانا فیصل احمد ندوی

فن سوانح نگاری:

العز بن عبد السلام ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

سیرت حضرت مولانا محمد علی مونگیری مولانا محمد الحسنی

ساعۃ مع العارفین (دو حصے) مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

الامام أحمد بن عرفان الشھید مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

میر کارواں مولانا سید عبد اللہ عباس ندوی

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ایک عہد ساز شخصیت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

الأمیر نواب صدیق حسن خان القنوجی حیاتہ وآثارہ مولانا سید محمد اجتباء ندوی

الشیخ أبوالحسن علی حسنی ندوی قائداحکیما	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
ابوالحسن علی الندوی کاتباً ومفکراً	مولانا نذرالحفیظ ندوی
تاریخ ندوۃ العلماء	مولانا اسحاق جلیس ندوی
ہندوستان میں عربی علوم وفنون کے ممتاز علماء	پروفیسر محمد یونس نگرامی ندوی
الامام محمد بن حسن الشیبانی نابغۃ الفقہ الاسلامی	ڈاکٹر علی احمد ندوی
تذکرۃ الفقہاء	مولانا سید عمیر الصدیق ندوی
علامہ سید سلیمان ندوی شخصیت وادبی خدمات	مولانا ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی
سوانح مفکر اسلام	مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی
اورنگ زیب عالمگیر اور فتاوی عالمگیری	مولانا صدرالحسن ندوی
سیرت سلطان ٹیپوشہید	مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی
الامام عبدالحی اللکنوی	ڈاکٹر ولی الدین ندوی
الشیخ أبوالحسن علی الحسنی الندوی	مولانا محمد اکرم ندوی
حیات عبدالباری	مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
الشیخ أشرف علی التھانوی	مولانا رحمت اللہ ندوی
تذکرہ منتخب شعراء وادباء اردو، عربی وفارسی	پروفیسر محسن عثمانی ندوی
وقائع احمدی (تین جلدیں)	ترتیب جدید مولانا سید سحبان ثاقب ندوی

فن تاریخ

دول العالم الاسلامی فی العصر العباسی	ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی
تاریخ تدوین سیرت	مولانا عبداللہ عباس ندوی
جزیرۃ العرب	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

تاریخ الثقافۃ العربیۃ	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
تاریخ فکر اسلامی	مولانا سید محمد اجتباء ندوی
مصادر سیرت (دو جلدیں)	پروفیسر یسین مظہر صدیقی ندوی
عربی زبان عہد مغلیہ میں	ڈاکٹر شبیر احمد ندوی
تحریک آزادی میں علماء کا کردار	مولانا فیصل احمد ندوی
دنیا کے آزاد ممالک (ایشیا وافریقہ)	مولانا سید عنایت اللہ ندوی
بین الاقوامی اسلامی جغرافیہ	مولانا محمد الیاس ندوی
تحریک الاخوان المسلمون	مولانا سید رضوان علی ندوی
مناھج الدراسات العربیۃ فی الھند	ڈاکٹر اقبال حسین ندوی
معلومات کا انسائیکلوپیڈیا (دس جلدیں)	مولانا بدیع الزماں ندوی قاسمی
عالم اسلام پر مغرب کا تسلط	مولانا محمد وثیق ندوی
فقہ حنفی تعارف وتاریخ	مولانا منور سلطان ندوی
کلیسا	مولانا نفیس احمد خان ندوی

عربی و اردو زبان و ادب :

عربی ادب کی تاریخ (چار جلدیں)	ڈاکٹر عبد الحلیم ندوی
معلم الانشاء اول دوم	مولانا عبد الماجد ندوی
معلم الانشاء سوم	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
منثورات من أدب العرب	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
الأدب العربی بین عرض ونقد	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

تاریخ الأدب العربی (العصر الاسلامی)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
أضواء علی الأدب الاسلامی	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
الغزل الأردی	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
مختار الشعر العربی (اول، دوم)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
أساس اللغۃ العربیۃ لغیر الناطقین بھا	مولانا عبداللہ عباس ندوی
علم التصریف	مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
تمرین النحو	مولانا عبدالماجد ندوی
تمرین الصرف	مولانا محمد مصطفیٰ ندوی ومولانا معین اللہ ندوی
أعلام الأدب العربی	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
مصادر الأدب العربی	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
أعلام الأدب عند العرب	ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی
القاموس الأزھر	ڈاکٹر محمد زکریا ندوی ازھری
غبار کارواں	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
مطالعہ شعروادب	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی
کلیم عاجز شخصیت اور شاعری	ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی
صید القلم	مولانا نعمان الدین ندوی
کنز اللغات	مولانا جنید اکبر ندوی
مکتوبات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی	مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی
القاموس المفرد	ڈاکٹر عبدالحمید اطہر بھٹکلی ندوی
لغتنا العربیۃ (پانچ حصے)	مولانا عبدالمقیت قاضیا ندوی
النحو المیسر	مولانا سید عنایت اللہ ندوی

اردو سے عربی ترجمے :

بین التصوف والحیاۃ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

بین الدین والعلوم العقلیۃ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

رجال الفکروالدعوۃ (حصہ دوم) مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

رجال الفکروالدعوۃ (حصہ چہارم وپنجم) مولانا سید سلمان حسینی ندوی

الفوز الکبیر من اُصول التفسیر (فارسی سے ترجمہ) مولانا سید سلمان حسینی ندوی

الطریق الی السعادۃ والقیادۃ مولانا نور عالم خلیل امینی ندوی

بستان المحدثین ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

الاعلام الغربی وآثارہ مولانا حبیب الرحمٰن ندوی

الشیخ محمد یوسف الکاندھلوی مولانا سید جعفر مسعود ندوی

الشیخ محمد زکریا الکاندھلوی مولانا سید جعفر مسعود ندوی

علوم القرآن للشیخ تقی العثمانی مولانا محمد اسجد ندوی

الھدایۃ القرآنیۃ سفینۃ نجاۃ للانسانیۃ محمد فرمان ندوی

جزیرۃ العرب تاریخیا وثقافیا محمد فرمان ندوی

سراجا منیرا محمد وثیق ندوی

عربی سے اردو ترجمے :

نبی رحمت مولانا محمد الحسنی

معرکہ ایمان ومادیت مولانا محمد الحسنی

شرق اوسط کی ڈائری مولانا شمس الحق ندوی

تدبر حدیث مولانا شمس الحق ندوی

فتاوی رسول اللہ ﷺ ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی
شہر قدس: تہذیبی چیلنج کے نشانہ پر ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی
اختلاف ائمہ کے اسباب روایت ودرایت کی روشنی میں مولانا سلمان نسیم ندوی
اسلامی ثقافت ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی
ادب أهل القلوب مولانا محمد خالد ندوی باندوی
حضرت محمد ﷺ تاریخ انسانیت کی سب سے مؤثر شخصیت مولانا سید محمد امین حسنی ندوی

تحقیقات و ترتیب جدید و حواشی :

حواشی السعدی مولانا ڈاکٹر ابوسحبان روح القدس ندوی
تذکرۃ الشیخین مولانا ڈاکٹر ابوسحبان روح القدس ندوی
مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں مولانا فیصل احمد ندوی
مکاتیب شبلی بنام شروانی مولانا فیصل احمد ندوی
علمائے سلف اور نابینا علماء مولانا داود خلیفہ ندوی
شرح نزهة النظر في شرح نخبة الفكر مولانا عبداللہ خطیب ندوی
زبدة التفاسير مولانا سید محمد غفران ندوی
كشاف مجلة البعث الاسلامي مولانا سید ازہر حسین ندوی
السراجی فی المیراث تحقیق مولانا مجیب الرحمٰن ندوی
مختصر القدوري في ثوبه الجديد مولانا ڈاکٹر نصر اللہ ندوی
نزهة الأعلام مولانا سید خلیل احمد حسنی ندوی
مجموعة من النظم محمد فرمان ندوی
المنتخبات العربية محمد فرمان ندوی
باب الأدب من ديوان الحماسة محمد فرمان ندوی
باب المراثي من ديوان الحماسة محمد فرمان ندوی

حالات حاضرہ اور ندوی فضلاءکی چند تصنیفات :

حالات حاضرہ اور مسلمان حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

دو مہینے امریکا میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سمرقند و بخارا کی بازیافت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سماج کی تعلیم وتربیت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

عالم اسلام اور سامراجی نظام: امکانات اور اندیشے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

نیا عالمی نظام اور ہم مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

ذرائع ابلاغ اور عالم اسلام مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

اسلام اور مغرب مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

حالات بدل سکتے ہیں پروفیسر محسن عثمانی ندوی

دعوت دین اقوام عالم کے درمیان پروفیسر محسن عثمانی ندوی

الصحافۃ العربیۃ فی الھند ڈاکٹر سلیم الرحمٰن خان ندوی

مغربی میڈیا اور اس کے اثرات مولانا نذر الحفیظ ندوی

مجالس علم وعرفان مولانا نذر الحفیظ ندوی

مجالسہ حسنہ مولانا فیصل احمد ندوی

اسلامیات (دس اجزاء) مولانا محمد الیاس بھٹکلی ندوی

قرآن وبائبل کا تقابلی مطالعہ مولانا حماد کریمی ندوی

اختتامیہ :

یہ ایک سرسری جائزہ تھا، جو مختلف علوم وفنون سے متعلق ابنائے ندوۃ العلماء کی تصنیفات کا پیش کیا گیا، ورنہ اگر باریک بینی اور دقیقہ رسی سے فضلائے ندوۃ العلماء کی تحقیقات و تصنیفات اور دیگر علمی وملی خدمات کی ایک فہرست تیار کی جائے تو ایک مکمل کتاب تیار ہوگی، ان کوششوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ابنائے ندوۃ العلماء نے ہر دور میں اپنی علمی، فکری، دعوتی اور تحقیقی کاوشوں کے ذریعہ عالم انسانیت کی خدمت کا عظیم الشان فریضہ انجام دیا ہے، اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، واضح رہے کہ اس جائزہ میں صرف عہد اخیر کی کوششوں کا جائزہ لیا گیا ہے

ندوۃ العلماء

اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد ہے!

جناب مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی

کورونا مرض کے سارے عالم میں پھیل جانے اور اس کے اثرات سے بے چینی کا پیدا ہو جانا ایک طبعی بات تھی، اس سے سارے ادارے اور سارے معاشرے متاثر ہوئے، متعدد تعلیم گاہیں بند ہوگئیں، ایک شکل آن لائن تعلیم کی قابل غور سامنے آئی اور وہ خاصی حد تک قابل عمل معلوم ہوئی، تعلیم کو طویل مدت تک روکنا اچھا معلوم نہ ہوا، اور مشورہ سے اس کو متعدد اداروں نے اختیار کیا، ندوۃ العلماء نے بھی اس کا تجربہ کیا، اس طرح پورا تعلیمی سال بچ گیا۔

ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کا جلسہ جو ماہِ مارچ کے آخر میں ہر سال ہوتا ہے، اس میں ساٹھ سے اوپر ارکان ہیں، کوشش کی گئی کہ وہ منعقد ہو لیکن خبریں کورونا وائرس کے مزید بڑھنے کی آنے لگیں، اس کے ساتھ ندوہ کے دو اہم کارگزار حضرات جناب مہتمم دار العلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ کو صحت کے بعض عوارض میٹنگ میں بیٹھنے سے مانع ہوئے، اسی کے ساتھ جناب ناظر عام و نائب ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی مدظلہ اچانک سخت بیمار ہوگئے، لہٰذا جلسہ مجلس انتظامی کو ہنگامی طور پر مؤخر کرنا پڑا، ارکانِ مجلس انتظامی نے عام طور پر اس عمل کو قبول کیا اور صحیح

سمجھا، مثال کے طور پر معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر تقی الدین اعظمی ندوی نے ایک خط ابوظبی (متحدہ عرب امارات) سے حضرت ناظم ندوۃ العلماء دامت برکاتہم کو ارسال فرمایا، جو بہی خواہانِ ندوہ کے علم میں لانے کے لیے مفید معلوم ہوا، اس لیے وہ نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معظم ومحترم حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء لکھنؤ

دامت بر كاتكم و أطال الله حياتكم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

مجلس انتظامی ندوۃ العلماء کا سالانہ اجلاس یکم اپریل ۲۰۲۱ء مطابق ۱۸؍شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ روز جمعرات میں شرکت کا دعوت نامہ موصول ہوا، اس میں خود یہ ناچیز شرکت کرنا واجب اور ضروری سمجھتا ہے لیکن موجودہ حالات جس میں بیماری میں شدت آرہی ہے اور یہاں کے قوانین وضوابط شدید ہیں، خاص طور پر امارات ابوظبی کے، اس لیے شرکت سے معذور ہوں لیکن اگر وہاں حاضر ہوتا تو کچھ باتیں میرے دل میں تھیں جن کو عرض کرنا چاہتا تھا، کچھ مشورے ہیں جن کو بیان کرنا چاہتا تھا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء سے میرا تعلق ستر سالہ ہے، اس میں ۱۹۵۶ء سے لے کر ۱۹۶۷ء تک میری تدریس کا وہاں زمانہ ہے اور وہاں سے آنے کے بعد بھی میرے تعلق میں زیادتی ہوئی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، جس کو میں اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا ہوں، دارالعلوم نے ہی مجھے دوبارہ بلکہ سہ

بارہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کے ہاں پڑھنے اور استفادہ کا موقع فراہم کیا، اسی کی برکت سے مجھے مصر وقاہرہ کا سفر کرنا پڑا جہاں سے میں نے حدیث شریف میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، اس لیے ندوۃ العلماء کے مجھ پر جو احسانات ہیں ان کا سواں حصہ بھی ادا کرنے سے قاصر ہوں، ان سارے مراحل میں آپ کی سرپرستی و رہنمائی کا بڑا حصہ ہے۔

اس زمانہ میں حضرت مفکر اسلام نوراللہ مرقدہ کے وصال کے بعد آپ نے اس کشتی نوح کو جس طرح سنبھالا، ان غیر معمولی حالات میں جس طرح تعلیمی مراحل آگے بڑھتے گئے، طلبہ کی کثرت اس ادارے کی مقبولیت کی دلیل ہے، جبکہ دوسرے مدارس طلبہ کو جمع کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، طلبہ کی تربیت اوران کے قیام کے لیے تعمیرات اور طعام کا جو نظم ہورہا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ کے اخلاص و بزرگی کی برکت ہے۔

موجودہ حالات میں اکثر مدارس نے اپنے مدرسین وملازمین کی تنخواہوں میں کمی کردیں، الحمدللہ آپ نے گذشتہ سال بھی تنخواہوں میں اضافہ کیا اور امسال بھی ان حالات میں تنخواہوں میں کوئی کمی نہیں کئی گی، اس کو میں بالکل اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد سمجھ رہا ہوں، تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی عربی، اردو، ہندی اور انگریزی میں، فقہ وفتاویٰ، حدیث شریف، سیرت نبویؐ اور دیگر کتابیں فضلاء ندوۃ العلماء کے قلم سے جو منصۂ شہود پر آئی ہیں، وہ آئندہ آنے والے مؤرخین کے لیے بہت بڑا سرمایہ ہوں گی، اس پر

پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے، پھر آپ کے ساتھ جو حوادث پیش آئے، اس پر جس صبر وتحمل کا آپ کی طرف سے اظہار ہوا، اور جس کا ندوہ کے تمام فضلاء ومتعلقین پر بہترین اثر پڑا، یہ سب آپ کے لیے حضرت مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی دعائیں اور دیگر اکابر کی آپ کے ساتھ جو عنایتیں ومحبتیں رہیں، ان کا مظہر ہے، دار العلوم کے اہتمام اور فاضل مدرسین کا ندوہ میں اکٹھا ہونا جو ہر فن میں موجود ہیں، حدیث میں، فقہ میں، ادب میں، تاریخ میں، انگریزی زبان میں، اسی طریقہ سے مختلف مجلّات جن کی ضرورت تھی، ہندوستان کے لحاظ سے بھی اور عالم عربی کے لحاظ سے بھی پوری آب وتاب کے ساتھ شائع ہورہے ہیں، البعث الا سلامی اور الرائد ندوۃ العلماء کی فکر کے داعی اور الحاد وقومیت عربیہ کے مقابلے میں امتیازی شان رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ دیگر مسائل جو اس ملک سے متعلق ہیں، وہ میں لکھنا نہیں چاہتا، خود عرب ملکوں میں اڑتالیس سال سے میرا قیام ہے، مصر وشام، سوڈان ومراکش، مکہ ومدینہ، ابوظہبی ودبئ، یہاں کی کانفرنسوں میں شرکت ہوئی اور بڑے بڑے اہل فضل سے ملاقاتیں رہیں، اکثر کے قلوب میں آپ کی محبت اور انہیں ندوۃ العلماء کے آثار وخدمات کا معترف پایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے سایہ کو ہم پر اور ندوۃ العلماء پر دیر تک باقی رکھے، آمین۔ (بشکریہ پندرہ روزہ تعمیر حیات، ندوۃ العلماء ۱۰/اپریل ۲۰۲۱ء)

تحریک ندوۃ العلماء

نتیجۂ فکر: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

کتنے مرد باخدا تھے ، کتنے دانا ہوشمند
درد سے معمور تھے دل اور فطرت ارجمند

جن کے دل میں موجزن تحریک ندوہ کی ہوئی
ڈال کر بنیاد، ندوہ کی کیا اس کو بلند

متفق ہو کر بنایا اہل حق نے ایک نظام
تاکہ پھر اسلام پر حملوں کا ہودروازہ بند

چند اہل درد نے تحریک ندوہ پیش کی
کہ یہی تحریک ملت کے لئے تھی سود مند

نیک تھی ان کی نیت اور خوب تھا ان کا عمل
اس لئے اللہ کو ان کا عمل آیا پسند

شیخ کامل حضرت امداد تاج اولیاء
جن کے دامن سے ہی وابستہ ہے سارا دیوبند

آپ نے تائید فرمائی تھی اس تحریک کی
آپ کی تائید کا ندوہ بہت احسان مند

شبلی نعمانی ، مونگیری ، شیروانی ، عبد حی
ان میں ہر ہر ایک کا تھا مرتبہ کتنا بلند

آسمان علم میں سب نے لگائے چار چاند
علم ظاہر ہو کہ باطن کردیا سب کو دو چند

آج تک سید سلیماں کی دلوں میں یاد ہے
صاحب قلب ونظر تھے اور زبانِ ہوش مند

درس گاہ ندوہ کہتے ہیں جسے دار العلوم
علم کے معیار کو کتنا کیا اس نے بلند

کیا ادب، تاریخ کیا، اور کیا سلوک ومعرفت
جس کی چاہو اس ادارہ سے ملے گی تم کو قند

میں بتاتا ہوں تمہیں اس دور میں ندوہ ہے کیا
ایک قلب درد مند اور ایک فکر ارجمند

☆☆☆☆☆

ندوۃ العلماء سے متعلق اہم کتابیں

• تاریخ ندوۃ العلماء (اول، دوم)	مولانا اسحاق جلیس ندوی وڈاکٹر شمس تبریز خاں
• سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ	مولانا سید محمد الحسنیؒ
• حیات شبلی	علامہ سید سلیمان ندویؒ
• حیات عبدالحی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
• کاروان زندگی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
• پرانے چراغ (تین جلدیں)	مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
• سوانح صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی	ڈاکٹر شمس تبریز خاںؒ
• حیات سلیمان	مولانا شاہ معین الدین ندویؒ
• پیام ندوۃ العلماء	مولانا سید محمد الحسنیؒ
• روداد چمن	مولانا سید محمد الحسنیؒ
• ندوۃ العلماء کا پیام فرزندان دار العلوم کے نام	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ
• ندوۃ العلماء: فکرھا۔ منھاجھا۔ أعلامھا	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
• یادوں کے چراغ (دو جلدیں)	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
• کاروان حیات	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
• سفرنامۂ حیات	مولانا سید عبداللہ عباس ندویؒ
• ندوۃ العلماء ایک تعلیمی ودعوتی تحریک	مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
• ندوۃ العلماء حرکتھا۔ دعوتھا۔ أبعادھا	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
• ۴۸ سال شفقتوں کے سائے میں	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
• قافلہ علم وادب	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
• اسلامی ثقافت اور ندوۃ العلماء	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
• داستاں میری	مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی
• تذکرہ رفتگاں	مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی
• مکتوبات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (پانچ جلدیں)	مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
• سوانح مفکر اسلام	مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی
• حیات عبدالباری	مولانا محمود حسن حسنی ندوی
• ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج	مولانا منور سلطان ندوی
• متاع فکر وفن	محمد فرمان ندوی
• البعث الاسلامی اشاعت خاص بموقع جشن تعلیمی ۱۹۷۵ء	
• الرائد اشاعت خاص بموقع جشن تعلیمی ۱۹۷۵ء	
• تعمیر حیات اشاعت خاص بموقع جشن تعلیمی ۱۹۷۵ء	
• تعمیر حیات اشاعت خاص بروفات مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی، مولانا محمد الحسنیؒ، مولانا اسحاق جلیس ندوی تعمیر حیات مفکر اسلام نمبر ۲۰۰۰ء	
• تعمیر حیات مولانا عبداللہ عباس ندوی نمبر ۲۰۰۶ء	
• تعمیر حیات مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی نمبر ۲۰۱۹ء	